تلاشِ حق کا سفر

حصہ اوّل

تالیف وپیشکش

محمد رحمت اللہ خان

ایڈووکیٹ (بنگلور)

تقیم ومراجعہ

ابوعدنان محمد منیر قمر نواب الدین

ترجمان سپریم کورٹ (الخبر)

فہرستِ مضامین

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۴۰	جماعت تبلیغ اور رہبانیت	۲۱
۴۳	خواب نبوت کا حصہ	۲۲
۴۳	مُردوں کا کلام کرنا	۲۳
۴۴	آسمان سے روٹی کا اترنا	۲۴
۴۵	اکابرین تبلیغ جماعت کے سامنے سوال کرنا منع ہے	۲۵
۴۸	آباء پرستی	۲۶
۵۰	تبلیغ نہیں قتال	۲۷
۵۴	محنت کس پر جماعت کی ساری محنت فضائل پر اور مسائل سے بے رغبتی	۲۸
۵۵	تبلیغی جماعت بنانے کا مقصد	۲۹
۵۶	فِقہ حنفی پر ایک نظر	۳۰
۵۸	اذان اور اقامت کا بیان	۳۱
۵۸	نماز کے مسائل۔نیت۔ننگے سر نماز	۳۲
۶۰	تحیۃ المسجد کا اہتمام نہ کرنا۔عورتوں کی نماز	۳۳
۶۲	نماز فجر کی سنتوں کا مسئلہ	۳۴
۶۳	حنفی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کے قائل نہیں	۳۵
۶۴	فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کرنے کا اہتمام	۳۶
۶۴	آمین بالجہر سے بے رغبتی	۳۷
۶۵	رفع الدین کا ترک کرنا	۳۸
۶۸	سینے پر ہاتھ باندھنے کا مسئلہ	۳۹
۶۸	جلسہ استراحت کا بیان	۴۰
۶۸	دوران تشہد انگلی اٹھانے کا بیان	۴۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ ،وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ ،وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ .

اما بعد:

تمام تعریفوں کے لائق صرف اللہ رب العزت کی ذاتِ بابرکت ہے، جو تمام جہانوں کو پیدا کرنے والا ہے، پھر اس نے تمام مخلوقات میں سے انسان کو اشرف قرار دیا اور مزید احسان یہ کہ اس آخری اُمتِ محمد یہ ﷺ کو سب سے اعلیٰ ٹھرایا، اس پر ہم جتنا بھی شکر اس ربِّ رحیم وکریم کا ادا کریں وہ کم ہوگا۔

اللہ رب العزت نے انسانوں اور جنوں کے حوالے سے تخلیق کا مقصد سمجھاتے ہوئے ارشاد فرمایا،

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْن ﴾ الذّٰرِیٰت : ٥٦

’’ہم نے جنوں اور انسانوں کو صرف عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے۔‘‘

اس فرمان کی روشنی میں مسلمان اپنی عبادت میں لگے ہوئے بھی ہیں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کیا حق ادا ہو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہوگا اور ہمارے اعمال قبول ہونگے؟ اگر نہیں تو لمحہ فکریہ ہے ہمارے لئے تاکہ ہم اپنی کمیوں اور کوتاہیوں کو دور کرسکیں۔

جس طرح ایک آقا اپنے غلام کو سرانجام دینے کے لئے کوئی کام دے اور کام کرنے کا طریقہ بھی بتا دے اور وہ غلام اس کو پوری توجہ سے پایہء تکمیل تک پہنچائے لیکن کام کے لئے انداز اور طریقہ اپنا اختیار کرے اور مالک کی ہدایات کی پرواہ نہ کرے، تو ایسے غلام سے مالک کبھی خوش نہیں ہوگا۔ اگرچہ اس نے کام مکمل ہی کیوں نہ کرلیا ہو، کیونکہ اس نے من مانی کی ہے اور مالک کی نظروں میں اسکی ساری محنت رد ہوگی۔

بالکل اسی طرح آج ہمارے معاشرے میں دین کے احکامات کے اندر غلو کیا جارہا ہے اور نیک اعمال اپنی مرضی کے طریقے سے بڑھا چڑھا کر کئے جاتے ہیں اور خود ہی ہم نے مختلف نیک کاموں کا ثواب بھی متعین کر رکھا ہے۔ یہ سب چیزیں دین میں اضافہ یا تحریف کا باعث بنتی ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر دین مکمل کرتے ہوئے واضح ارشاد فرمادیا کہ

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ (المائدہ: ۳)

آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوگیا۔

اور پھر ہر کام کا نمونہ نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ تو آج دین میں کمی زیادتی یا عقائد میں بگاڑ کیوں ہو۔

ارشاد ربانی ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

یقیناً رسول ﷺ میں تمہارے لئے عمدہ نمونہ (موجود) ہے۔

لہٰذا آج اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو اس بات کا احساس دلایا جائے

اور انکو ان افعال سے بچایا جائے، اور دِلوں میں جذبۂ تحقیق بیدار کیا جائے تا کہ ہمارے افعال واعمال مسنون ہو جائیں اور کل کو ساری محنت ضائع نہ جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے اعمال قبول ہونے سے رہ جائیں، چونکہ ہر وہ عمل جو کہ نبی کریم ﷺ کے طریقے پر نہ ہوگا وہ رد ہوگا چاہے وہ کتنی ہی بڑی شخصیت کا کیوں نہ ہو۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے، مَنْ احدث فی امرنا ھذا مالیس فیہ فھو رد (متفق علیہ) ۔لہٰذا یہی تڑپ لے کر کئی خوش نصیب اپنی اور دوسروں کی اصلاح کے لئے اُس طرف قدم اٹھاتے ہیں۔ یہ کتاب ''تلاش حق کا سفر'' بھی اسی کارواں کا حصہ ہے اور حق کی تلاش میں ایک انوکھی کوشش ہے۔ چونکہ انسان ٹھوکریں کھا کھا کر ہی سنبھلتا ہے، لہٰذا یہ بھی اُس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ جب ایک انسان کا معاشرے میں ایسے لوگوں سے پالا پڑھتا ہے جو عبادات بھی من گھڑت یا خود ساختہ طریقے سے سر انجام دیتے ہیں اور انکے عقائد میں بھی گندگی ہوتی ہے تو پھر وہ شخص اسی طرح حق کی تلاش میں نکلتا ہے اور ایسے لوگوں کے عقائد اور عبادات کا پول کھولتا ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی بغض وعناد، کینہ اور تنقید برائے تنقید سے بچا کر اِس کی روشنی میں تحقیق سے نوازے اور چشمۂ حق سے سیراب کرے۔ آمین۔

وما توفیق الا باللہ

ابو عدنان محمد منیر قمر نواب الدین
ترجمان اسپریم کورٹ، الخبر
وداعیہ متعاون : مرکز دعوت وارشاد:
الدمام (سعودی عرب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مؤلف

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ ،وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلا ھَادِيَ لَہٗ ،وَأَشْھَدُ أَنْ لَّاإِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَأَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ .أَمَّا بَعْدُ :

قارئین کرام ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

﴿ یَا أَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ (سورۃ آل عمران:۱۰۲)

''اے ایمان والو ! اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرو جتنا اس سے ڈرنا چاہیے اور دیکھو تم مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا۔''

﴿یَآ أَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالاً کَثِیْراً وَّنِسَآءً وَّاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآئَلُوْنَ بِہٖ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْباً﴾

(سورۃ النسآء: ۱)

''اے لوگو! اپنے پروردیگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں، اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناطے توڑنے سے بھی بچو بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔''

﴿ یَا أَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِیْدًا، یُصْلِحْ لَکُمْ أَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوبَکُمْ وَمَنْ یُطِعِ اللّٰہَ وَرَسُولَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا

عَظِيمًا﴾ (سورۃ الاحزاب:۷۰-۷۱)

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی سیدھی باتیں کیا کرو ، تا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کام سنوار دے اور تمہارے گناہ معاف فرمادے اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تابعداری کرے گا اس نے بڑی مراد پائی۔''

اَمَّا بَعْدُ :

((فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللهِ، وَ خَيرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، و شَرَّ الاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا، و كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدعة، و كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَ كُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّار))

''بلاشبہ بہترین حدیث اللہ کی کتاب ہے ، اور بہترین طریقہ رسول اللہ ﷺ کا ہے ، اور بدترین کام دین میں ایجاد کردہ بدعات ہیں، اور ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی جہنم کی طرف لے جانے والی ہے۔''

محترم قارئینِ کرام! السلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ

زندگی کے پچاس سال بغیر سوچے سمجھے ہَوا کے رُخ کے ساتھ چلتے ہوئے گزادئے۔ دینی احکامات کو بجالانے میں باپ دادا کے عمل کو مشعلِ راہ بنائے رکھا۔اور جو کچھ کتابیں پڑھنے کو ملیں وہ ساری کی ساری یک طرفہ اور انہی اکابرین اُمّت کی تھیں جو مدارس دیوبند سے مُنسلک رہے۔دنیا اور اسکے کاموں میں اتنے جکڑے رہے کہ کبھی اسکی تحقیق کرنے کی زحمت بھی گوارہ نہ کی۔

نتیجتاً اب جب آنکھ کھلی تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانیوں میں گزری ہوئی زندگی پر افسوس ہونے لگا۔اب دوڑ دھوپ شروع ہے، اللہ کا لاکھ لاکھ احسان کہ اس نے زندگی کے اس موڑ پر بھی ہدایت کی کرن سے نواز دیا ہے۔اللہ پاک سے دُعا ہے کہ وہ مجھ پر

رحم فرمائے اور ثابت قدم رکھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ صحیح قرآن وحدیث کے علم سے مالا مال فرمائے۔

جب حقیقت کھلنے لگی تو میرے دوسرے بھائیوں، ساتھیوں، اور رشتہ داروں سے اس کا ذکر ہونا شروع ہوا تو ان احباب کا جو ردِعمل میرے ساتھ رہا وہی آپ بیتی میں آپ کو سنانے کی جرأت کر رہا ہوں، مجھے صحافت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ اس کتاب کے پڑھنے سے آپ کو پتہ چل جائے گا۔ میں نے اس میں آسان اردو کے وہی جملے استعمال کئے ہیں جو ہمارے ہاں زیادہ تر بولے جاتے ہیں۔ جس سے آپ کو بھی پتہ چل جائے کہ سچائی اور حقیقت کتنی کڑوی ہوتی ہے۔ اور مفاد پسند اللہ کے بندے کس طرح سے برتاؤ کرتے ہیں اس کے لئے آپ کو کیا کرنا ہوگا، آپ خود فیصلہ کریں۔

آج دنیا بہت چھوٹی ہو چکی ہے اور گلوبل ویلیج کے نام سے پکاری جا رہی ہے۔ منٹوں کے اندر آپ دنیا کے کسی بھی کونے سے جو بھی کتاب چاہئے اور جو بھی جاننا چاہیں آسانی کے ساتھ جان سکتے ہیں۔ یہ میرا ذاتی تجربہ ہے، کہانی نہیں۔ جب کنویں سے نکل کر سمندر میں چھلانگ لگائی تو پتہ چلا کہ ہمیں زندگی کے 50 سال کنویں کے گندے پانی میں غوتے لگاتا رہا جس سے میرے جسم کی گندگی دور ہونے کے بجائے جسم مزید گندہ ہی ہوتا گیا۔ یہ اللہ کا بہت بڑا احسان کہ اس نے مجھے اب بھی سیدھے راستے پر چلنے اور سچا اور پکا موحد بننے کی ہدایت سے نوازہ ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ بھی کوشش کریں اور جتنا جلد ہو سکے اللہ سے توبہ کرتے ہوئے سچے اور پکے مسلمان بننے کے لئے اپنا قیمتی وقت اس پر لگائیں اور اس میں اپنے بھائیوں کی مدد کریں۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ

((لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّیٰ یُحِبُّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہِ)) (۱)

''تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے کرتا ہے۔''

اس مرتبہ میں چھٹی میں بنگلور آیا تو میرے ساتھ کچھ عجیب ہی تجربے ہوئے جس کا ذکر میں نے مختصراً یہاں کیا ہے وہ آپ پڑھ لیں جس سے آپکو پتہ چل جائیگا کہ ہم کہاں کھڑے ہوے ہیں اور ہمارا حشر کیا ہوگا۔ فیصلہ آپکے ہاتھ میں رہا۔

میرے اندر یہ تبدیلی اس وقت نمودار ہوئی جب میں نے دعوت وارشاد الخبر میں داخلہ لیا اور مولانا محمد منیر قمر صاحب کے درس پڑھنے شروع کئے۔ یہ میری زندگی کا ایک اہم موڑ تھا جہاں سے سچائی اور قرآن کی حققیت کھلنا شروع ہوئی۔ جس کے نتیجے میں میں نے تلاش حق کا سفر شروع کیا۔ اس سفر کی ساری کامیابی کے ذمے دار استاد مولانا محمد منیر قمر صاحب ہیں۔ اور ساتھ ہے ساتھ اس کتاب کی موجودہ شکل کو پہنچانے میں میرا بھرپور تعاون کرنے والوں میں سرفہرست جن کے نام آتے ہیں وہ ہیں: محمد عابد صاحب، مسعود سہیل صاحب، شاہد ستار صاحب اور زاہد محمود صاحب۔ جن کا میں تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کے طباعت واشاعت میں جتنے بھی ساتھیوں کا تعاون رہا ہے ان تمام احباب کو اور میری کوششوں کو قبول فرمائے اور اسے باعث آبرو بنائے۔ آمین

والسلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ۔

محمد رحمت اللہ خان

(۱) صحیح بخاری، مختصر صحیح مسلم:۲۴، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ:۷۳، صحیح الجامع:۵۷۸۳

آغازِ سفر

دنیا کا وہ بہترین قطعہ جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے جہاں پر اسکا گھر موجود ہے۔ جس حصّہ پر اللہ پاک نے نبیوں ؑ اور پیغمبروں ؑ کو مبعوث فرمایا۔ اس زمین پر 20 برس زندگی گزارنے، حج وغیرہ کرنے، علماء دین سے تبادلۂ خیال کرنے اور بے حساب کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد جب اپنے شہر پہنچا اور وہاں پر مسلمان بھائیوں کے عقیدوں کا جائزہ لیا تو اتنا افسوس ہوا جو بیان سے باہر ہے۔ مشرکوں اور ہندوؤں کے درمیان زندگیاں بیتاتے ہوئے ہم مسلمانوں کے عقیدوں میں اتنی دراڑیں پڑی ہوئی ہیں کہ ہم مسلمان کم اور مشرک زیادہ نظر آتے ہیں۔ اسلام کا یہی عقیدہ کافروں کو آسانی سے سمجھا سکتے ہیں لیکن اسلام کے دعوے دار و یراث میں مسلمان بنے ہوئے لوگوں کو یہی عقیدہ عین قرآن و حدیث کی روشنی میں سمجھانا لوہے کے چنے چبانے کے برابر ہے۔ بنگلور کی چھٹی میں پہلا جمعہ ایک مسجد میں پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ خطبہ کے دوران امام صاحب نے دو حدیثیں بیان کی جن سے انکی کتاب ٹکرا رہی تھی۔ میں نے ان سے صرف حدیثوں پر نظر ثانی کرنے کو کہا تو انہوں نے جواب دے کہ ''تمہارا مسلک الگ اور ہمارا الگ''۔ میں نے انسے مسلک کی بات نہیں کی تھی۔ انہوں نے مسلک کو بیچ میں لا کھڑا کیا۔ ایک مسجد میں نماز کے بعد امام صاحب سے اجازت چاہی کے میرا ایک سوال ہے تو انہوں نے سوال سننے سے پہلے ہی جواب دیا کہ ''ہمیں قرآن نہیں آتا، ہمیں حدیثیں معلوم نہیں، ہمیں صرف ہمارے امام نے جتنا بتایا ہے صرف اتنا ہی معلوم ہے''۔ یہ تھا مسجد کے امام کا جواب! غور کریں ایسے اماموں کے مقتدیوں کا کیا حشر ہوگا۔ اللہ انہیں ہدایت دے تاکہ یہ غفلت کی نیند سے بیدار ہوں اور اپنی آخرت کے بارے میں سوچیں، جو ہر مسلمان کی ابدی زندگی ہے۔

مولانا حافظ اکبر شریف صاحب سے ایک ملاقات:

مولانا اکبر شریف صاحب لال مسجد بنگلور کے امام اور تبلیغی جماعت کی مشہور و معروف شخصیتوں میں سے ایک ہیں۔ میں نے ان سے وقت مانگا تھا تاکہ نماز کے بارے میں جو اشکالات پائے جارہے ہیں ان کے بارے میں معلومات حاصل کروں۔ لیکن انہوں نے آنے سے انکار کردیا اور اتفاق سے کہیں فٹ پاتھ پر جو ایک چھوٹی سی ملاقات ہوئی تو وہ زندگی بھر نہیں بُھلائی جاسکتی۔ مولانا کے بارے میں میرے جو خیالات تھے انکو بہت زبردست دھچکا لگا۔ جس طرح کا برتاؤ انہوں نے کیا مجھے ان سے یہ امید نہ تھی۔ میرے منہ میں بھی زبان تھی لیکن میں نے گوارانہ کیا کہ انکے چھوٹے بھائیوں کی موجودگی میں میرے منہ سے ایسے الفاظ نکلیں جس سے ان کے جذبات کوٹھیس پہنچے۔

جب ہم ایک علمی گفتگو کر رہے تھے تو وہ مجھ پر پوری طرح برس رہے تھے، یہ کہتے ہوئے کہ تم ہو ہی کیا، تمہارا دماغ ہے ہی کتنا، تم نے تو بیس سال انگریزی زبان پڑھنے میں لگادیئے ہیں، یہ سب باتیں تمہاری سمجھ میں آنے والی نہیں، اور تمہارے دماغ کو کسی اہلحدیث نے چاٹ لیا ہے، (یہ تو میری خوش قسمتی ہے کہ میرا دماغ کسی اہل حدیث نے چاٹ لیا ہے، جس کی وجہ سے میں قران وحدیث کے علم سے سرفراز ہورہا ہوں، ورنہ کسی جماعتی نے چاٹ لیا ہوتا تو بدعتی بن کر حضور ﷺ کی وعید کا مستحق بن جاتا) ان سب کو عالموں پر چھوڑ دو، وہ جو کہتے ہیں ان کی باتوں پر عمل کرو (اندھی تقلید) جب وہ مجھ جیسے آدمی کے ساتھ ایسا سلوک کر سکتے ہیں تو ایک آٹو ڈرائیور اور ایک ان پڑھ کے ساتھ وہ کیا سلوک کریں گے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، جو کہ بہت ہی افسوس ناک ہے۔

وہ تو صرف تبلیغی نصاب کی زبان میں بات کر رہے تھے، اور کہیں کہیں تو اس سے بھی بڑھ کر باتیں کیں۔ میرا سوال ان سے یہ تھا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک بزرگ ایک رات

میں **2000** رکعتیں پڑھ سکتے ہیں،تو ان کا جواب تھا کہ تم **معراج کو مانتے ہو**؟ اگر مانتے ہوتو اسے بھی ماننا ہوگا۔ان پر اللہ رحم کرے،مسئلے کو کہاں سے کہاں لے گئے۔اگر ان کے پاس جواز ہوتا تو قرآن وحدیث کی روشنی میں دلیل کیساتھ بتاتے اور میں بھی ان کی بات کو مان لیتا۔اس کے باوجود حملہ یہ کہ تمہارا دماغ ہے ہی کتنا،اور ایسی چیزوں کو سمجھنے کے لئے دماغ چاہئیے وغیرہ ....مولانا تو ایک حافظ،قاری اور مقررٗ ہیں۔انکو اچھی طرح معلوم ہے کہ معراج کا واقعہ تو اللہ نے قرآن میں اچھی طرح صاف طور پر بیان کردیا ہے۔سورۃ کا نام الاسراء ہے یا بنی اسرائیل (سورۃ نمبر 17) پہلی ہی آیت میں سارا واقعہ موجود ہے،جس کا ماننا میرے لئے ہی نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کا جزو ایمان ہے۔لیکن مولانا نے اپنے ایک بزرگ کو جنہوں نے ایک رات میں **2000** رکعتیں پڑھیں،ثابت کرنے کے لئے معراج اور صاحب معراج سے جوڑ دیا ہے۔حالانکہ یہ بات سراسر قرآن وحدیث کے خلاف ہے،یہ اگر بے وقوفی اور حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟

اسی طرح جب رفع الیدین اور آمین بالجہر کی بات نکلی تو اسکے بارے میں بے شمار صحیح احادیث ملنے کے باوجود بھی دیوار پر بیٹھنے والا جواب دے دیا کہ کر بھی سکتے ہیں اور نہیں بھی، لیکن چھوڑیں کیوں؟ اس بات کی دلیل نہیں دی۔اس طرح سے یہ ساری امت اسلامیہ کو گمراہ کرتے آرہے ہیں۔ابھی بھی وقت ہے کہ اللہ انکو نیکی اور ہدایت کی توفیق دے دے آمین۔

اور پھر ایک حافظ ہونے کے ناطے ان کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ وہ ایک دن میں قرآن ختم کرتے ہیں۔حالانکہ وہ اپنے مدرسہ میں صحیح بخاری پڑھا رہے ہیں اور صحیح احادیث کا علم بھی اللہ نے انہیں دے رکھا ہے۔اس بارے میں نبی ﷺ کا قول کیا ہے اس سے بھی واقف ہونگے۔ لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو مسئلہ تقلید سوار ہو جاتا ہے،حالانکہ قرآن کو کتنے دن میں ختم کرنا ہے اس کا حل نبی ﷺ نے بتا دیا ہے اور وقت مقرر فرما دیا ہے جس کی انہیں کوئی پرواہ نہیں ہے۔

حدیث پیش خدمت ہے:

((مَنْ قَرَأَهُ فِيْ أَقَلَّ مِنْ ثَلاثٍ لَمْ يَفْقَهْهُ))

''جو اسے تین رات سے کم میں پڑھتا ہے، اس نے اسے نہیں سمجھا۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ ابن عمرؓ کو حکم دیا تھا کہ وہ سات رات میں قرآن ختم کریں۔ اسی طرح عبداللہ بن مسعودؓ، عثمان بن عفانؓ اور ثابتؓ وغیرہ بھی سات رات میں ایک مرتبہ قرآن ختم کرتے تھے۔ اسی طرح جب میں نے سوال کیا کہ نصاب میں ہے کہ ایک بزرگ دن میں **آٹھ مرتبہ** قرآن ختم کرتے ہیں کیا یہ ہوسکتا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ کیوں نہیں، ضرور ہوسکتا ہے! اس کے لئے عقل چاہئے جو ان لوگوں کے پاس ہے جو صرف نصاب پڑھتے ہیں اور پڑھاتے ہیں، اس کے لئے انہوں نے کمپیوٹر کی مثال دی۔

مولانا انظر شاہ قاسمی صاحب کے خطبوں پر ایک نظر:

اس دوران مجھے جے نگر 9 بلاک میں ایک جمعہ پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ وہاں مولانا انظر شاہ قاسمی صاحب جو کہ بہت مشہور ہو چکے ہیں (مسلمانوں کو بے وقوف بنانے میں)، ان کا خطبہ بھی سنا اور دو کیسٹ بھی لے کر آیا ہوں (۱) ایصال ثواب (۲) تبلیغی جماعت کے بارے میں اعتراضات اور ان کے جوابات ۔ مولانا انظر شاہ قاسمی صاحب نے بھی خطبہ دیتے ہوئے کہا کہ بنگلور کے ایک حصہ میں کثیر نوجوانوں کا طبقہ مطالبہ کر رہا ہے کہ نصاب کی پڑھائی بند کی جائے۔ اسی طبقے کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے قاسمی صاحب کہتے ہیں کہ.... دن میں ایک سے لے کر آٹھ قرآن ختم کرنے کا ثبوت ملتا ہے، ان کے بزرگ ایک رکعت میں ایک قرآن پڑھا کرتے تھے، ساتھ ہی کہا کہ شاہ اسماعیل شہیدؒ عصر کی نماز کے بعد تفریح کے لئے گھوڑا سواری کیا کرتے۔ عصر اور مغرب کے درمیان گھوڑا سواری میں ہی سارا قرآن ختم کرلیا کرتے تھے۔

قارئین ! جس وقت میں بنگلور میں تھا اس وقت عصر **5-30** پر ختم ہوتی تھی اور **6-45** پر مغرب کی اذان ہوتی تھی تو بیچ کا وقت صرف **1** گھنٹہ **15** منٹ کا ہوتا ہے، مان لیں کے **2** گھنٹے بھی مل جائیں تو کیا اتنے وقت میں قرآن ختم کیا جاسکتا ہے۔ اسطرح کی جھوٹی باتیں ان بزرگان دین کے سرتھوپ کر یہ علماء کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں، اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

اسی طرح اوپر ذکر کی گئی کیسٹ "تبلیغی جماعت کے بارے میں اعتراضات اوران کے جوابات" میں انظر شاہ قاسمی صاحب نے موضوع سے متعلق علمی وعقلی دلائل دینے کے بجائے چند واقعات بیان کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اللہ چاہے تو بڑے مقام والے کو نہ دے اور چھوٹے مقام والے کو دے دے اور اس سلسلہ میں انہوں نے جو واقعات بیان کیۓ ہیں ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وہ کرامت ہے کہ جب انہوں نے خطبہء جمعہ کے دوران ہی ہزاروں میل دور سے پکار کر لوگوں کو خطرہ سے آگاہ کیا تھا اور لوگوں نے آپ کی آواز بھی سنی تھی۔

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بھی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انکو اولاد نہیں دی جبکہ مریم علیہ السلام کو بن باپ کے اولاد دے دی۔ پھر کہا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام باپ ہونے کے باوجود وہ معجزات حاصل نہیں کر سکے جو انکے بیٹے یعنی حضرت یوسفؑ کو مل گئے، (یعنی کپڑا چومنے سے بینائی کا لوٹ آنا وغیرہ)۔ اور حضرت سلیمانؑ کا واقعہ بھی پیش کیا کہ ایک جن کو اتنا علم و طاقت دی کہ وہ ملکہ سبا (بلقیس) کا تخت پلک جھپکنے کی مہلت میں لے آیا، اور حضرت سلیمانؑ کو یہ طاقت نہ تھی۔ لیکن مولانا اس بات کو فراموش کرر ہے کہ اتنی طاقت رکھنے والے جن وشیاطین کا اللہ پاک نے سلیمانؑ کے قبضے میں دے رکھا ہے۔

حالانکہ دیکھا جائے تو ان واقعات کا اس مسئلے سے کوئی تعلق ہی نہیں بنتا اور پھر کہاں وہ ہستیاں اور کہاں ان کے بزرگ۔ کیا ان بزرگوں کے اسطرح کے فضائل ثابت کر کے ہم

انبیاء کے درجات کوکم کرنے یا انکی توہین کرنے کے مرتکب نہیں ہوئے؟ ذرا سوچا جائے کے وہ عمر رضی اللہ عنہ تھے کہ جن کی دلی تمنا پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کی آیات (غالباً 17 مقامات پر) نازل فرمادی تھیں۔ حضرت عایئشہ رضی اللہ عنہا کو جنت میں بھی تمام خواتین پر بلند مقام عطا کیا گیا ہے، اور حضرت یعقوبؑ کو اگر حضرت یوسفؑ والے معجزات نہیں ملے تھےلیکن کم ازکم نبوت تو ملی تھی، وہ پیغمبر تو تھے، تو اسی طرح اگر حضرت سلیمانؑ کو جن کی طرح کا علم وطاقت نہ بھی ملی تھی (حالانکہ اس بات کا ذکر کہیں بھی نہیں کہ حضرت سلیمانؑ کے پاس یہ علم نہ تھا بلکہ ہوسکتا ہے کہ محفل میں سب کو یہ بات دکھانا امتحاناً مطلوب رہا ہو۔ واللہ اعلم) لیکن ان کے پاس پیغمبری تو تھی، ہواؤں پر بس تو تھا، درندوں اور دوسرے جانوروں کی زبان تو وہ سمجھ سکتے تھے، جنّات وغیرہ پر قبضہ تو تھا۔

انظر شاہ قاسمی کا دعویٰ کہ دنیا بھر میں قرآن اور حدیث کی کتابوں کے بعد اگر کسی کتاب کو مقبولیت ملی ہے تو وہ تبلیغی نصاب ہے۔ یہ انکی غلط فہمی ہے، بہت ساری کتابیں ہیں ان میں سے قریب میں چھپی ہوئی سلمان رشدی کی **Satanic Verses** ہے۔ انکا کہنا ہے کہ تبلیغی نصاب **100** سے بھی زیادہ زبانوں میں چھپ چکی ہے لیکن افسوس کی بات کہ نصاب کے دونوں نسخے جن اشکال میں ہندوستان میں پائے جاتے ہیں وہ عربی زبان یعنی قرآن کی زبان میں آج تک نہیں چھپے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انکا اصلی چہرہ عربوں کے سامنے آجائیگا۔ اس واسطے عربون کے واسطے انہوں نے ریاض الصالحین دے رکھی ہے۔ تبلیغی جماعت دین کو پیش کرنے میں دھوکا بازی کررہی ہے جو انظر شاہ فخر سے بیان کررہے ہیں۔

اسی طرح کے بہت سے شبہات تھے جن کے بارے میں جاننا چاہتا تھا، لیکن مولانا صاحب کے پاس وقت ہی نہ تھا، اور دوسری بات یہ کہ ان عالموں کو غصہ بہت جلد آجاتا ہے، اپنے ہوش کھوجاتے ہیں، اور پھر سامنے والے پر حملے کرنے لگ جاتے ہیں۔

مولانا سلمان ندوی اور دوسرے اکابرین جماعت کے خیالات:

اور وہاں سے آنے کے بعد ایک کیسٹ مولانا سلیمان ندوی کی سننے کا موقع ملا۔ ممبئی سے ایک ساتھی چھٹی گزار کر آئے وہاں کے حالات کا بھی پتہ چلا اور بنگلور کا حال تو میں خود آنکھوں سے دیکھ کر آیا ہوں۔ آنے کے فوراً بعد عمرے کے لئے گیا تو مسجد نبوی ﷺ میں ممبئ سے آئے ہوئے تبلغی جماعت کے اولیس سرلیش والا (جو فاروق صاحب کے دوست ہیں) اور انگلینڈ سے آئے ہوے برطانوی حبیب آکودی سے ملاقات ہوئی۔ جمعہ کا دن 10-1/4 سے 11-1/4 بجے تک نبی ﷺ کے حجرے کو لگ کر بیٹھے رہے اور انہوں نے بھی جماعت والوں کی کارگزاری بیان کرتے ہوئے اس میں پائی جانے والی خرافات کی تصدیق کی۔

ان تمام اکابران جماعت کے خطبے سننے اور ان کے خیالات جاننے کے بعد پتہ چل رہا ہے کہ انکو اب خطرے کی گھنٹیاں بجتی نظر آ رہی ہیں۔ انکی اندھی تقلید کو ہر کونے سے للکارا جا رہا ہے، جو انکی برداشت سے باہر ہو گیا ہے۔ اسلئے سب سے اوپر کی سیڑھی پر بیٹھے ہوئے سلمان ندوی صاحب نے اپنے بیان کے آخر میں اعلان کر دیا ہے کہ دین کے مسئلوں پر سوال کرنے والے اور نصاب کے اندر بھرے ہوئے خرافات کے بارے میں سوال کرنے والے لوگوں کے ساتھ انکا اعلان جنگ ہے۔ (کیونکہ انہوں نے اب غنڈے پال رکھے ہیں اور بہت ساری مسجدوں پر قبضہ کر رکھا ہے) ساتھ ہی اپنے پیرو کاروں کو حکم دیا ہے کہ جو بھی انکو آئینہ دکھائے اور قرآن وسنت کے تحت کتابیں لکھے اور بیان دے تو انکی کتابوں اور کیسٹوں کو جلا دیا جائے۔ نعوذ باللہ۔

لیکن اسکے برعکس انکے بزرگ جن کیقصے سناتے یہ لوگ نہیں تھکتے، انکے پاس کونسی آیات کا نزول ہوا؟ یا کم از کم انکی بزرگی ثابت ہوئی۔ اور اس سے بڑھ کر مزے کی بات یہ کہ

تاریخ میں جہاں بھی کہیں صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان اسطرح کی کرامات رونما ہوئیں وہ آج بھی احادیث وتاریخ کی کتب جو انتہائی معتبر ہیں ان میں موجود ہیں، جب کہ انکے بزرگوں کے قصے صرف انہیں کی گنی چنی چند کتابوں میں ملتے ہیں، جبکہ قدیم تاریخ وغیرہ کی کتب میں ایسے کوئی واقعات موجود نہیں۔ اور جہاں کہیں بھی کوئی واقعہ ڈالنے کی کوشش کی گئی یا پھر کتابیں لکھی گئیں تو انکو محدثین کرام نے تحقیق کر کے غلط، بے بنیاد اور ضعیف یا من گھڑت قرار دے دیا۔ اور محدثین کرام کے یہاں بات کو تولنے کی جو کسوٹی ہے وہ کھرے کھوٹے کو واضح کرنے میں کبھی بھی مار نہیں کھا سکتی۔ ورنہ تو ایسے لوگ دین کا ابتک نقشہ بدل کر رکھ دیتے۔

آج بھی یہ لوگ وعظ و خطبات تو قرآن و حدیث کی روشنی میں دیتے ہیں جبکہ عملی میدان میں تقلید کا سہارا لیتے ہوئے امت مسلمہ کو گمراہ کر رہے ہیں۔ جو بھی ان سے دلیل طلب کرے گا اسے امت مسلمہ سے خارج ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں اور اسے بدنام کرنے کے لئے اسکے خلاف غلط افواہیں پھیلاتے ہیں کہ یہ آئمہ اربعہ اور محدثین کرام کو گالیاں دیتے ہیں اور انکو برا بھلا کہتے ہیں، جو کہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے جسکا انکے پاس کوئی ثبوت نہیں۔ بلکہ چاروں آئمہ کا احترام ہم ان لوگوں سے بڑھ کر کرتے ہیں۔ بلکہ یہ لوگ تو کسی ایک امام کو مانتے ہیں اور اپنی ساری غلطیاں اُنکے سر ڈال کر اپنے دھندے چلا رہے ہیں، جسکی ہم مخالفت کرتے ہیں۔ اور ادھر چاروں آئمہ نے بہت قربانیاں دی ہیں، اپنی زندگیاں دین کے لئے صرف کر دی ہیں، جس کا اگر پورا علم ان لوگوں کو ہوتا تو یہ انہی چاروں کو مانتے (ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ جب بھی اپنا فائدہ نظر آئے تو کہتے ہیں کہ چاروں آئمہ برحق ہیں) اور انکی صحیح تعلیمات پر عمل کرتے۔ لیکن ادھر تو معاملہ الٹا ہے کہ انکی بے عزتی اور بے حرمتی یہ لوگ خود کرتے ہیں اور بدنام دوسروں کو کرتے ہیں ''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے''۔ لیکں یہ مفاد پرست جب بھی موقعہ ہاتھ لگ جاتا ہے تو دوسرے آئمہ کے اقوال سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں یہ کہتے ہوے کہ چاروں ایمہء برحق

ہیں، (یعنی ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور چبانیک کے اور)

اور یہ بات بھی زمانے سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ تبلیغی جماعت اپنی تمام تر کوششیں مسلمانوں پر کرتی آئی ہے اور کررہی ہے، اور یہ کبھی مشرکین کے قریب تک نہیں گئے۔ اور یہ جو انکواس بات کا گھمنڈ ہے کہ انہی کی وجہ سے آج مساجد بھری ہوئی ہیں، بلکہ اس بات کا سلمان ندوی صاحب نے اپنی تقریر میں یوں اظہار فرمایا ہے کہ.. "اگر آنکھیں ہیں تو انگلینڈ اور امریکہ کی مسجدوں میں جا کر دیکھو وہاں جو کچھ ہورہا ہے وہ کس کا نتیجہ ہے۔ مولانا نے خود مجھ سے کہا کہ جماعت اسوقت بہت طاقتور ہے اور اس کا نظام ساری دنیا میں پھیلا ہوا ہے، اسے کوئی کچھ کر نہیں کرسکتا"۔

اگر ساری دنیا میں کوئی نظام کا پھیلنا ہی اسکی سچائی کا ثبوت ہے تو پھر بھی یہ لوگ دوسرے نمبر پر آتے ہیں اور پہلا نمبر عیسائی لے جاتے ہیں، تو اسکا مطلب یہ ہوگا کہ عیسائی مسلمانوں کے مقابلے میں سچے ہیں؟ بلکہ میں نے تو اس وقت ہی کہہ دیا تھا کے "کُن فَيَكُونُ" کی طاقت رکھنے والے کے سامنے جماعت کی کیا حیثیت ہے، ہماری آنکھوں کے سامنے چند برسوں میں سپر پاور کہلانے والے روس کو اللہ نے تنکوں کی طرح بکھیر کرر کھ دیا ہے۔ اس لئے اکابرینِ جماعت کو چاہئے کہ کنویں کے مینڈک کی طرح غلط فہمی میں بیٹھ کر دن کے اجالے میں خواب دیکھنا چھوڑ دیں اور حقیقت کو تسلیم کرلیں اور امت مسلمہ کو قرآن وحدیث کے علم سے صحیح طرح آگاہ کرنے کی کوشش کریں۔

عالم اسلام کے چند مشہور داعی:

ایک ضروری بات کہ آج جو مساجد بھر رہی ہیں اسکی کئی وجوہات ہیں۔ انگلینڈ اور امریکہ میں اسلام کا پھیلنا جماعت کی محنت کا نتیجہ نہیں ۔ جماعت کے کسی بھی فرد نے کیٹ اسٹیفن کو یوسف اسلام نہیں بنایا، محمد علی کو مسلمان نہیں بنایا، مائک ٹایسن کو مسلمان نہیں بنایا،

ایسے ہزاروں نام ہیں جن کے مسلمان ہونے سے لاکھوں لوگ مسلمان ہو گئے۔ اور جو خدمت وہ اسلام کی کر گئے وہ تاریخ دان سنہرے الفاظ سے لکھیں گے، کیونکہ حقیقی تبلیغ تو ان لوگوں نے کی ہے۔ ان کے اسلام لانے سے اور انکی تبلیغ سے ان کے شہریوں پر جو اثر پڑا ہے اسکا نتیجہ آج انکی سڑکوں پر نظر آ رہا ہے جس کا سہرا سلمان ندوی اپنے سر باندھ رہے ہیں۔ بلکہ تبلیغی جماعت کی کوششوں سے بنے ہوئے مسلمان بدعتی ہوئے اور ہو رہے ہیں، جبکہ غیر مسلموں میں سے جو مسلمان بنے اور کوششیں کیں ان سے موحد مسلمان داعی بنے اور بنتے جا رہے ہیں۔

اسی طرح دوسرے لوگ جن کو جماعت تبلیغ سے کوئی واسطہ نہیں جیسے احمد دیدات، گیری ملر، عبداللہ، ڈاکٹر جمال بدوی، ڈاکٹر ذاکر نایک، یم یم اکبر وغیرہ ہیں، دیدات صاحب نے جماعت کے تمام اصولوں پر طمانچہ مارا ہے۔ وہ تو صرف مڈل اسکول تک تعلیم یافتہ ہیں، حافظ و قاری بھی نہیں اور نہ ہی عالم، جو کہ جماعت کے کسی بھی مقرر کردہ اصول پر فٹ نہیں بیٹھتے، نہ تو انکو 15 زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ لیکن قرآن کے پیغام کو سمجھ گئے، تو پھر اللہ تعالیٰ نے طاقت وعلم عطا کیا کہ دنیا کے کونے کونے میں جا کر بڑے بڑے عیسائی اکابرین اور انکے علماء ومقرروں سے مناظرے کئے اور اسلام کو ایک نئے موڑ پہ لا کر کھڑا کیا۔ جن کی کوششوں کے سبب ہزاروں غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔ اور انہی کی کوششوں سے ہزاروں ایسے نوجوان تیار ہو گئے کہ کل کو اِن کے خلا کو پر کر سکیں۔ مثال کے طور پر ڈاکٹر ذاکر نائیک ہمارے سامنے موجود ہیں جن کا تعلق ممبئی سے ہے۔ آج وہ ساری دنیا گھوم رہے ہیں، ایسے ہی بیشمار لوگ ان کے ساتھ لگے دین کی خدمت کر رہے ہیں جس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔

لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ محنت کرے مرغ انڈا کھائے فقیر والی بات زور د شور سے چل رہی ہے کہ اکابرین جماعت ان تمام داعیوں کی محنتوں کو نظر انداز کر کے دوسروں کی محنتوں اور کاوشوں کا سہرا اپنے سر باندھنے پر تلے ہوئے ہیں، جس کی ایک جھلک سلمان صاحب

ندوی کی تقریر سے ملتی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ جماعت کے ہر فرد کا تصور بھی یہی ہے کہ دنیا میں دین اسلام کو جو کچھ بھی ترقی مل رہی ہے وہ سب انہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ یہ انکی بیــو قوفی نہیں تو اور کیا ہے؟

مسلمانوں میں اس طرح دین سے دوری اور فرقہ واریت سے متعلق ہی نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ میری امت 73 فرقوں میں بٹ جائے گی، اور سب کے سب جہنم میں جائینگے سوائے ایک فرقہ کے،'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ وہ کونسی جماعت ہوگی تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ وہ جماعت جو اس راستے پر چلے گی جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

مجھ پر مولانا کا الزام یہ بھی ہے کہ میں نے 20 سال انگریزی پڑھنے میں صرف کردیئے، جبکہ مولانا کا نظریہ ایک طرفہ ہے۔ یعنی جن لوگوں نے دینی و دنیاوی دونوں علم حاصل کئے ہیں ان لوگوں کا اسلامی نظریہ مولانا کے نظریئے سے بالکل جدا اور حقیقت پسندانہ ثابت ہوا ہے۔ میں نے بہت سارے مقرر سنے اور کتب پڑھی ہیں جنہوں نے ثابت کردیا ہے کہ اسلام کو سمجھنے کا جو انداز انہوں نے اپنایا ہے اور جو اسلام کی خدمت انہوں نے سرانجام دی ہے وہ صرف دینی مدرسوں میں پڑھے ہوئے عالموں سے زیادہ حقیقت سے قریب اور دین اسلام کو تقویت پہنچانے میں زیادہ کارآمد ثابت ہوئی ہے۔ اور انہوں نے ہزاروں تحقیقی کتابیں بھی لکھی ہیں۔ میں نے انگریزی تعلیم حاصل کی تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں نے قرآن پڑھا ہی نہیں۔ بلکہ جتنا بھی پڑھا ہے وہ طوطے کی طرح نہیں پڑھا، بلکہ اللہ کے پیغام کو سمجھنے کی کوشش کی، اس کے ساتھ علمائے کرام کیساتھ زندگی گزاری اور زندگی بھر کوشش جاری رہے گی کہ پیغام الٰہی کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر زندگی گزرے، اور آج بھی یہی کوشش جاری ہے اور مرتے دم تک جاری رہے گی۔ انشاآللہ۔

میں ایک علمِ قانون کا طالب علم ہوں جس میں میں نے ڈگری لی ہے جہاں سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بنانے کا فن سکھایا جاتا ہے لیکن آخرت کے خوف سے میں نے اس پیشے کو خیر باد کہا لیکن دوسری طرف ہمارے علماء مدرسوں سے دین کا صحیح اور سچا علم حاصل کرنے کے بعد اپنے پیٹ کی خاطر قرآنی آیتوں کو بدل کر بیان دیتے اور اپنی محفلیں سجائے بیٹھے ہوئے امت کو گمراہ کر رہے ہیں جن کو نہ آخرت کا خوف اور نہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ڈر ہے، ان پر اللہ رحم کرے اور نیک ہدایت دے۔ بلکہ اس کے برعکس مجھے مولانا مشورہ دیتے ہیں کہ میں سوال ہی نہ کروں اور یہ ہر مسلمان کا فرض سمجھتے ہیں کہ وہ صرف علماء کی باتیں مانیں اور تقلید کے اندھے پیروکار بن کر رہیں۔ کیونکہ بقول انکے ہم میں تو عقل ہوتی نہیں، بلکل یہی نظریہ ہندوؤں کا ہے، برہمن یہی کہتے ہیں، کیونکہ مولانا کہتے ہیں کہ قرآن مت پڑھو، تمہاری سمجھ میں نہیں آئیگا اور ادھر برھمن کہتا ہے کے گیتا مت پڑھو! منو کا قانون ہے کہ برھمن کو چھوڑ کر اچھوت ذات کا آدمی اگر گیتا کو راستے میں چلتے ہوئے بھی سن لے تو اسکی سزا کانوں میں سیسہ گرم کر کے ڈالنا ہے۔ اسی طرح عیسائی اور پادری لوگ بھی یہی کہتے ہیں کہ مذہب اسلام کی کتابیں نہ پڑھو اور بائیبل بھی صرف پادری لوگ ہی پڑھ سکتے ہیں۔

فضیلت علم اسلام کی نظر میں:

جبکہ مذہب اسلام کا نظریہ اس سے بالکل الگ تھلگ ہے۔ حضور ﷺ نے علم حاصل کرنے کی خاص تاکید کی ہے۔ بلکہ گود سے گور تک علم حاصل کرنے کی تاکید صرف اسلام ہی کرتا ہے، اور منع ہرگز نہیں کرتا۔ لیکن ہمارے علماء سب کچھ اپنے قبضے میں رکھ کر مسلمانوں کو گمراہی میں ڈالنے کی جدوجہد کر رہے ہیں اور اس بات کی تاکید کر رہے ہیں کہ تم علماء پر تکیہ کر کے بیٹھو اور اندھی تقلید کے شکار بنے رہو۔

نفلی عبادات میں اعتدال فرض ہے۔ اور قرآنی تعلیمات کا تقاضہ یہ ہے:

1. اللہ تمہارے ساتھ نرمی و آسانی کرنا چاہتا ہے سختی کرنا نہیں چاہتا۔
2. اللہ نے دین میں تمہارے اوپر تنگی نہیں رکھی۔
3. اللہ کسی متنفس پر اسکی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ (سورہ بقرہ:۲۸۶)
4. لہٰذ طاقت و استطاعت کے مطابق اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، تا کہ اہل ایمان دین کے تمام فرائض وحقوق (حقوق اللہ، حقوق العباد اور حقوق النفس وغیرہ) پورے توازن اور اعتدال کیساتھ ادا کرسکیں۔

شب و روز نماز اور روزے میں گزارنا اللہ کی حدود سے تجاوز کر جانا ہے۔ اور ساری زندگی نماز و روزوں میں لگا دینے والوں کے لئے حضور ﷺ کی وعید ہے۔ اسی لئے یہ قاعدہ ہے کہ نفلی عبادات میں حضور ﷺ کی سنت اور مقررہ حدود سے تجاوز افضل نہیں ہے، بلکہ مردود ہے۔ کیونکہ بندوں اور نفس کے حقوق کی ادیگی مقدم ہے اور افضل ہے رات و دن کی نفلی عبادات پر۔ حضور ﷺ نے جن امور سے منع فرمایا ہو وہ عبادات نہیں بلکہ کھلی ضلالتیں ہیں، ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾

(الحشر ۷)

اور تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ۔

لیکن تبلیغی جماعت نے قرآن کے ان احکامات کو نظر انداز کر کے اپنے نصاب کے اندر بہت سارے ایسے فضائل بیان کئے ہیں جو اس سے ٹکراتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ احادیث سے بھی ان کا کوئی واسطہ نہیں۔ ایسے ہی چند شبہات مجھے مولانا سے دریافت کرنے تھے لیکن انہوں نے آنے سے انکار کر دیا تھا، لہٰذا اب میں یہاں لکھنے پر مجبور ہو گیا ہوں، یہ کتابچہ انکو روانہ کر رہا ہوں تا کہ وہ اس بارے میں صرف قرآن اور حدیث کی روشنی میں اپنا اظہار خیال کر سکیں جسکا میں انتظار کرونگا۔

چند شبہات

(ا) قاسم نانوتوی اور مولانا الیاس کے دل پر نبوت کا فیضان:

قاسم نانوتوی نے حاجی امداد اللہ مکی (جو اِن کے پیر و مرشد تھے) سے شکایت کی کہ جب بھی میں تسبیح ہاتھ میں لیتا ہوں تا کہ اللہ کا ذکر کروں تو بہت بڑی مصیبت میرے اوپر آن پڑتی ہے اور وزن و بوجھ اپنے دل پر اتنا زیادہ محسوس کرتا ہوں کہ گویا میرے اوپر کئی کئی سو من کے پتھر رکھ دیے گئے ہوں، اور میرا دل اور زبان رک جاتے ہیں۔ تو حاجی امداد اللہ مکی نے کہا کہ یہ بوجھ تمہارے دل پر نبوت کا فیضان ہے، اور یہی بوجھ نبی ﷺ بوقت وحی اپنے اوپر محسوس فرماتے تھے (سوانح قاسمی، جلد اول، صفحہ ۲۵۸-۲۵۹)

[[شیخ الیاس کہتے تھے میں جب ذکر کرنے کی کوشش کرتا ہوں تو بہت بڑا بوجھ محسوس کرتا ہوں میں نے اس بات کی اپنے پیر و مرشد شیخ رشید احمد گنگوہی سے شکایت کی تو وہ کانپنے لگے اور فرمایا مولوی محمد قاسم نانوتوی نے بھی اسی قسم کی اپنے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مکی سے شکایت کی تھی (سوانح یوسف، صفحہ ۱۴۳)، انہوں نے کہا یہ نبوت کا فیضان ہے جو تمہارے دل پر نازل ہوا ہے اور نبی کریم ﷺ بھی وحی کے نزول کے وقت یہی بوجھ محسوس کرتے تھے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے وہی کام لیگا جو انبیاء علیہم السلام کیا کرتے تھے۔ جاؤ دین کی خدمت کرو، ذکر و شغل کا کام چھوڑ دو]] (سوانح قاسمی صفحہ ۲۵۹/۲۵۸)

اسی طرح ان لوگوں نے امام ابو حنیفہ اور مولانا اشرف علی تھانوی کو بھی نبوت کے درجے پر بیٹھا چھوڑا ہے ... (ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور، اور کھانے کے اور) (یہ وہ چور دروازے ہیں جن سے غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا جس کو کافر قرار دیا گیا، جس سے ہم متفق ہیں اور ہمارا عقیدہ ہے کہ کوئی بھی شخص وہ کتنا ہی بڑا عالم کیوں نہ ہو وہ اسلام کے دائرے سے خارج ہو جاتا ہے)

(۲) آہ رحمتہ للعالمین کا خطاب حاجی امداد اللہ کے لئے:

جس وقت حاجی امداد اللہ فوت ہوئے تو مولوی رشید احمد گنگوہی، دیو بندی، چشتی، نقشبندی ان کا ذکر ان الفاظ سے کیا کرتے تھے، **"آہ رحمۃ للعالمین، آہ رحمۃ للعالمین"** (فقص الاکابر صفحہ۱۲)

یہ لقب اللہ نے اپنے محبوب پیغمبر آخر الزماں ﷺ کے لئے مخصوص فرمایا ہے، جسکا ذکر قرآن میں یوں آیا ہے، **وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ** (الانبیاء ۱۰۷)
اے محمد ﷺ ہم نے آپکو تمام دنیا و جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ رشید احمد گنگوہی نے حاجی امداد اللہ کو اُسی مقام پر لیجا کر بٹھا دیا ہے۔

(۳) رشید احمد گنگوہ میں رہتے ہوئے بھی ہر روز فجر کی نماز بیت اللہ میں ادا کرتے:

بانی تبلیغی جماعت شیخ محمد الیاس صاحب کے مرشد مولوی رشید احمد گنگوہی گنگوہ میں رہتے ہوئے بھی صبح کی نماز مکہ مکرمہ، بیت اللہ میں پڑھتے تھے **(تذکرۃ الرشید، جلد دوم، صفحہ۲۱۲)**

(۴) رشید احمد گنگوہی کا نبوت کا دعویٰ:

سُن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانے میں ہدایت اور نجات موقوف ہے میری اتباع پر (تذکرۃ الرشید، جلد دوم، صفحہ۱۷)

(۵) رسول اللہ ﷺ کا اردو میں کلام کرنا:

فقیر کے گمان میں آتا ہے کہ مدرسہ دیو بند کی عظمت حق تعالیٰ کی درگاہ میں بہت ہے کہ صدہا عالم یہاں سے پڑھکر گئے اور خلق کثیر کو ظلمات اور ضلالت سے نکالا، یہی سبب ہے کہ ایک صالح فخر انبیاء علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپکو اردو میں کلام کرتے ہوئے سن کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آ گیا؟ آپ تو عربی ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ جب سے

علمائے دیو بند سے ہمارا معاملہ ہوا ہے ہمیں یہ زبان آ گئی ہے۔ سبحان اللہ! اس سے رتبۂ مدرسہ معلوم ہوا (براہین قاطعہ، صفحہ ۳۰)

(۶) مدرسۂ دیو بند کی بنیاد نبی ﷺ نے رکھی اور حساب لینے مدرسہ تشریف لاتے:

دیوان محمد الیاس جو حضرت نانوتوی کے خدام میں سے تھے ذکر کرتے ہیں کہ یکا یک میں نے دیکھا کہ آسمان سے ایک تخت اتر رہا ہے اور اس پر جناب رسول ﷺ تشریف فرما ہیں اور خلفاء اربعہؓ بھی چاروں کونوں پر موجود ہیں۔ وہ تخت اترتے اترتے بالکل میرے قریب آ کر مسجد میں ٹھہر گیا۔ اور آنحضرت ﷺ نے خلفاء اربعہؓ میں سے ایک سے فرمایا کہ بھائی ذرا مولانا محمد قاسم کو بلا لاؤ، وہ تشریف لے گئے اور مولانا کو بلا لائے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مولانا مدرسہ کا حساب لائیے۔ عرض کیا حاضر ہے، یہ کہہ کر حساب بتلانا شروع کر دیا، اور ایک ایک پائی کا حساب دیا۔ اس وقت آنحضرت ﷺ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا کہ اچھا مولانا اب اجازت ہے؟ حضرت نے کہا جو مرضی مبارک ہو، اسکے بعد وہ تخت آسمان کی طرف عروج کرتا ہوا نظروں سے غائب ہو گیا۔

غور فرمائیں یہ تو مدرسہ ہے اور تعلیم کی جگہ ہے اور نبی ﷺ تشریف لاتے ہیں۔ لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ جب صحابہؓ کے درمیان اختلاف ہوئے اور اتنے بڑے ہوئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جنگ ہوئی (جنگ جمل وغیرہ مشہور ہے) اور پھر اس طرح کے بے شمار مسائل میں اختلاف ہے تو پھر آنحضرت ﷺ نے ان مسائل کو حل کرنے کے لئے اپنے آپ کو تکلیف میں کیوں نہیں ڈالا؟ کیا نبی ﷺ کے دل میں (نعوذ باللہ) صحابہؓ کا درد ختم ہو گیا تھا؟ سیدھی سی بات ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس دیو بند نامی مدرسہ یا بیٹھنے کی جگہ ہوتی تو وہاں بھی آتے، کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ صرف نام و مقام دیکھ کر ہی آتے ہیں (نعوذ باللہ) یا پھر انکو اجازت ہی صرف دیو بند کے نام سے ملتی ہے (ثم نعوذ باللہ)۔

(۷) شیخ اشرف علی تھانوی سے توہین رسالت کا ذکر:

شیخ اشرف علی جو جماعت کے شیوخ میں سے ہیں انکے ایک مرید نے انکو لکھا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ کلمہ شہادت پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں مگر یہ کلمہ اسطرح میری زبان سے نکلتا ہے:

لااله الا الله اشرف علی رسول الله......... (نعوذ باللہ من ذالک)

مولانا اشرف علی نے ان کو جواب میں لکھا کہ چونکہ آپ کو مجھ سے حد درجہ محبت ہے یہ اس محبت کا نتیجہ ہے **(برہان: فبروری ۱۹۵۲/ صفحہ ۷)**

یہی مرید بیان کرتا ہے کہ جب میں جاگا تو میں نے سوچا کہ خواب میں جو کچھ میں نے دیکھا اسکا ازالہ کروں، لہٰذا نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا چاہا مگر مجبوراً میرے منہ سے نکلا:

اللهم صل علی سیدنا و مولانا اشرف علی..

(اعاذنا الله منه)

حالانکہ میں اس وقت نیند میں نہ تھا بلکہ جاگ رہا تھا! اور جب بھی درود پڑھنے کی کوشش کرتا وہی کلمہ نکلتا۔ اشرف علی صاحب نے جواب دیا کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ تمہارا پیر و مرشد متبع سنت ہے۔ **(رسالہ الامداد، صفحہ ۳۴-۳۵)**

ذرا اندازہ فرمائیں کیا یہ توہین رسالت نہیں ہے؟ اگر ایسی توہین رسالت کوئی غیر مسلم کرے تو قتل کرنے کو پھرتے ہیں اور کوئی مرید کرے تو وہ سچا مرید بن جائے۔ اور مرشد کو دیکھیں کہ مرید کو کفر پر ہی قائم و دائم نہیں رکھا بلکہ حوصلہ افزائی کی ہے اور توبہ کی تلقین بھی نہیں کی، جو کہ کبر و غرور کی کھلی دلیل ہے۔

اور پھر اس سے تو معلوم ہوا کہ ہر کوئی اپنے پیر و مرشد کے نام کا کلمہ پڑھ کر پکا مومن بن سکتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر شیعوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کلمہ پڑھنے پر اسلام سے کیوں

خارج کیا گیا؟ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ مقام و مرتبے میں اشرف علی صاحب سے کم ہیں؟ اور پھر اشرف علی صاحب کے بزرگوں میں سے کسی نے بھی کسی صحابیؓ کے نام کا کلمہ نہیں پڑھا، کیا وہ منافق تھے یا ان کی محبت میں کمی اور شک تھا (کیونکہ ان کے آباؤ اجداد کے بزرگ تو صحابہؓ ہی تھے) اور پھر احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ اشرف علی رسول اللہ کہنے والے نے اشرف علی کو نبوت اور رسالت کا مقام دیا ہے اور پھر مرشد صاحب کا خاموش رہنا بلکہ حوصلہ افزائی کرنا ثابت کرتا ہے کہ انہوں نے اپنے لئے یہ بات پسند فرمائی ہے۔ حالانکہ یہ نشانیاں تو نبی ﷺ نے دجال کی بتائی ہیں یا پھر نبوت کے جھوٹے دعوے داروں کی۔ اور پھر یہ کلمہ بدل کر پڑھنے سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ نبی ﷺ کی محبت کی جگہ اشرف علی نے لے لی ہے۔ جبکہ نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی اسوقت تک مومن ہی نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ مجھے اپنے ماں باپ، اولاد، بہن بھائی وغیرہ سے زیادہ حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ رکھے بلکہ دنیا کی ہر چیز سے عزیز ماسوائے اللہ کی ذات کے۔ اب ہمیں کس کی محبت کا دم بھرنا ہے فیصلہ ہمارے ہاتھ میں ہے!

(۸) مولوی ذکریا صاحب کی بیمار پرسی نبی ﷺ نے کی تھی:

شیخ یوسف بنوری صاحب کے والد مولوی زکریا صاحب ایک دفعہ بیمار ہوئے تو نبی ﷺ کو انہوں نے خواب میں دیکھا، آپ ﷺ نے فرمایا اے زکریا تم بیمار ہو جاتے ہو تو میں بھی بیمار ہو جاتا ہوں، اور جب تمہارے سر میں درد ہوتا ہے تو میرے سر میں بھی درد ہوتا ہے۔ ایک بار انکے دل میں موت کے وقت شیطان کے فتنے کا ڈر آ گیا، اور وہ اس سے پریشان ہو گئے تو نبی ﷺ نے ان سے کہا کہ تم کو شیطان کے فتنے کی فکر کیوں ہوتی ہے؟ اس وقت میں تمہارے پاس رہونگا، میری موجودگی کی وجہ سے شیطان کو آنے کی جرأت نہیں ہوگی۔ اور یوسف بنوری صاحب کے والد کے خادم سے، جسکا نام بادشاہ خان تھا آپ ﷺ نے فرمایا

اے بادشاہ خان جو خدمت تم شیخ کی بجالاتے ہو میں بھی وہ بجالاتا رہتا ہوں اور ان کو اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا شرف بہت دفعہ حاصل ہوا ہے۔ ایک دفعہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو نورانیت کی روئیت سے دیکھا، اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا اے زکریا تم میرے نزدیک اس بچے کے مانند ہو جسکی عمر دو یا تین دن کی ہوتی ہے، جو اپنی ماں کی گود میں ہوتا ہے، اسکو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ اپنی ماں کے ساتھ کیا برتاؤ کرتا ہے۔ اس نے کہا میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا وہ کرسی پر متمکن اور تشریف فرما تھے(بحوالہ توحید خالص-گھر کے چراغ، کیپٹن مسعود الدین عثمانی، صفحہ ۳ تا ۹)

اس سے چند باتیں سامنے آتی ہیں؛

(ا) نبی ﷺ کا کام اب لوگوں کو خواب میں ملنا ہی رہ گیا ہے۔ اور اگر یہی خوابیں کسی پڑھے لکھے غیر مسلم کے سامنے بیان کی جائیں تو وہ اسلام قبول کرلے گا یا ایسے عقائد سے متنفر ہوگا؟

(ب) زکریا صاحب کے ساتھ ساتھ نبی ﷺ کا سر مبارک بھی درد کرنا شروع کردیتا ہے۔ حالانکہ اب وہ وہاں پہنچ چکے ہیں جہاں کسی کو بیماری نہیں لگتی۔ اور پھر نبی ﷺ کو اس سے بڑھ کر محبت تو اپنے بیٹے قاسم، ابراہیم، اور بیٹی زینب رضی اللہ عنہم وغیرہ سے تھی لیکن کیا آپ ﷺ انکے ساتھ ہی فوت ہوئے، یا بیمار ہوئے؟ اگر نہیں تو پھر زکریا صاحب کی ان عظیم نفوس کے سامنے کیا حیثیت ہے، اور یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ انکی اتنی قدر و منزلت ثابت کرکے کیا بتانا چاہتے ہیں۔ حاصل کچھ نہیں البتہ ایمان خطرے میں ہے!

(پ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ مسئلہ سمجھایا کہ سورۃ نجم کی آیت سے جو وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ نبی ﷺ نے اللہ کو دیکھا وہ دراصل جبرائیلؑ تھے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے واضح کیا کہ نبی ﷺ کیسے اللہ کو دیکھ سکتے تھے یہ ممکن ہی نہیں تھا۔

جبکہ مولانا صاحب نے اللہ کا دیدار بھی کیا اور باتیں بھی کیں یعنی کلیم اللہ بھی ہوئے (نعوذ باللہ)

اور پھر اللہ تعالیٰ عرش پر کس حالت میں مستوی ہے یہ بتانے کی جرأت آج تک بڑے بڑے محدثین اور مفسرین نے نہیں کی کیونکہ انہیں علم تھا کہ اس سے ایمان میں دراڑ پڑتی ہے۔ لیکن زکریا صاحب نے ثابت کردیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کرسی پر بیٹھا ہے۔

اسی طرح جب امام مالک سے کسی نے اللہ کے استواء کی کیفیت پوچھی تو آپ نے جواب دیا کہ: **الا ستواء معلوم وکیف مجھول و السّوال عنه بدعة والایمان بهٖ واجب:**

یعنی اللہ مستوی عرش ہے لیکن کیسے؟ یہ معلوم نہیں اور ایسا سوال کرنا بدعت ہے اور سوال کرنے والے کو بتایا کہ (ایمان کی خیر مناتے ہوئے) اللہ کے صرف عرش پر مستوی ہونے تک ایمان لانا ضروری ہے۔

(۹) عبدالرحیم رائے پوری کا مخفی عیب جان لینا:

شیخ حکیم الامت اشرف علی فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالرحیم رائے پوری کا دل سخت نورانی تھا، میں انکے پاس بیٹھنے سے خوف کھاتا تھا کہ کہیں میرے عیب ان پر نہ کھل جائیں۔
(ارواح ثلاثہ، حکایت ۳۴۳)

تھانوی صاحب کا یہ دعویٰ کہ رائے پوری صاحب مخفی عیب جان لیتے تھے باطل ہے کیونکہ اسکا تعلق علم غیب سے ہے اور علم غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اسکے سوا کوئی بھی غیب کا علم نہیں جان سکتا، حتیٰ کہ اللہ کے سب سے پیارے بندے حضرت محمد ﷺ بھی نہیں جانتے تھے جس کا ثبوت آپ کی حیات طیبہ سے ملتا ہے، مثلاً:۔

(۱) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قاصد بنا کر بھیجا گیا، افواہ پھیل گئی کہ شہید کردیئے گئے (حالانکہ حقیقتاً ایسے نہ تھی) مگر نبی ﷺ کو بھی علم نہ تھا کہ کیا صورت حال ہے؟ حتیٰ کہ بیعتِ رضوان کا واقعہ پیش آیا۔ کتب سیرت میں صلح حدیبیہ کے واقعات پڑھ کر دیکھ لیں۔

(ب) نبی ﷺ پر جادو کیا گیا لیکن آپ ﷺ کو معلوم نہ تھا کہ کس نے ؟ اور کب ؟ اور کیسے کیا ہے؟ حتیٰ کہ جبرائیلؑ نے اللہ کے حکم سے آ کر بتایا اور جادو کہاں رکھا تھا وہ مقام بھی بتایا .... تفصیل کے لئے تفسیر معوذتین دیکھیے۔

(پ) اسی طرح بدر کے دن اتنا علم بھی نہ تھا کہ فتح کس کی ہوگی بلکہ الٹا فتح کے لئے نبی ﷺ گڑگڑا کر دعائیں مانگتے رہے۔

(ت) اسی طرح دوران نماز کسی نے (غالباً حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے) لقمہ دیا تو بعد میں پوچھا کہ کون تھا؟ تو نبی ﷺ کو اس معمولی بات کا بھی علم نہیں تھا۔

(ٹ) اسی طرح رکوع سے کھڑے ہو کر جب ربنا لک الحمد کہا گیا تو کسی نے اضافی الفاظ **حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیه**... کہے تو نماز کے بعد نبی ﷺ نے پوچھا کہ کون تھا؟ شروع میں کوئی صحابی بھی نہ بولا، بالآخر ایک نے اقرار کیا، یہاں بھی نبی ﷺ کو علم غیب نہیں تھا۔

(ث) اسی طرح جنگ میں کون؟ اور کس وجہ سے حاضر نہ ہو سکا اسکا علم بھی غیب سے متعلق ہے (حضرت کعب رضی اللہ عنہ وغیرہ کا واقعہ) لیکن نبی ﷺ کو پتہ نہ تھا۔

(ج) اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت والا واقعہ ایسا ہے کہ یہ نبی ﷺ کے عالم الغیب نہ ہونے کا ثبوت ہے۔ اگر آپ ﷺ کو غیب کا علم ہوتا تو قافلہ جاتے وقت کہتے کہ قافلے میں عائشہ رضی اللہ عنہا نہیں ہیں انہیں لے لو، اور عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتاتے کہ ہار کہاں گرا ہے تاکہ وقت بھی ضائع نہ ہوتا۔ لیکن یہ علم تو دور کی بات ہے، نبی ﷺ کو اتنا بھی معلوم نہ تھا کہ یہ تہمت سچی ہے یا جھوٹی، ورنہ آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو میکے نہ بھیجتے۔

(چ) اسی طرح نبی ﷺ کو گوشت میں زہر ڈال کر کھانے کو دیا گیا، لیکن آپ ﷺ کو معلوم نہ ہوا کیونکہ آپ ﷺ کو علم غیب نہ تھا۔

لہٰذا اگر نبی ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں کے عیب نہ جانتے تھے (الا یہ کہ اللہ آگاہ

کردیتا) تو پھر یہ دعویٰ دنیا کا کوئی اور شخص نہیں کرسکتا اور کرنے والا راہ راست پر نہیں ہوگا۔ یہاں کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ نبی ﷺ نے بھی تو کئی مرتبہ غیب کی باتیں بتائی ہیں، تو یہ بات ٹھیک ہے، لیکن یہ غیب کا علم اللہ نے جتنا چاہا اور جب چاہا دیا، مثلاً:۔

I۔ نجاشی کی موت کی اطلاع ملی اور آپ ﷺ نے جنازہ پڑھا۔

II. نبی ﷺ کو اللہ نے قیامت کے متعلق باتیں بتادیں لیکن قیامت کب آئے گی یہ نہ بتایا۔

III. لیلۃ القدر کا علم دے کر اللہ نے بھلا دیا (یعنی علم واپس لے لیا) یعنی جب اور جتنا علم چاہا دے دیا اور پھر محروم کردیا۔

IV. اسی طرح آپ ﷺ نے شہید کے تمام گناہ معاف قرار دیئے لیکن تھوڑی دیر بعد حکم الٰہی آجانے کے بعد فرمایا کہ قرض معاف نہ ہوگا۔

ان سب باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ جس وقت، جس کو اور جتنا چاہے علم غیب دے سکتا ہے کیونکہ وہ مختار کل اور قادر مطلق ہے۔ لیکن ہر وقت اور وہ بھی خود بخود جان لینے کی طاقت تو نبی ﷺ کو بھی نہیں ملی۔ اور اب نبی ﷺ سے بڑھ کر کون ہے۔ لہٰذا یہ دعویٰ بے بنیاد اور انتہائی غلط ہے۔

(۱۰) کرز بن دہرہ کا ۷۰ طواف دن میں اور ۷۰ طواف رات میں ادا کرنا:

کرز بن دہرہؒ نامی ایک بزرگ کا معمول ہمیشہ ستر طواف دن میں اور ستر رات میں کرنے کا تھا۔ جسکی مسافت ۳۰ میل روزانہ ہوتی ہے۔ اور ہر طواف کے بعد 2 رکعت کے حساب سے 280 رکعتیں پڑھتے تھے، ان کے علاوہ دو قرآن کریم بھی روزانہ ختم کرتے تھے۔ یہی لوگ ہیں جو آخرت کی زندگی کے لئے بہت کچھ کما کر لے جاتے ہیں۔ **(فضائل حج)**

دن میں اللہ نے پانچ نمازیں فرض قرار دی ہیں اور ان تمام فرض نمازوں کی ادائیگی

کے لیئے آدمی کتنی بھی جلدی کرے (لیکن یہاں تو مشہور بزرگ اور اللہ والے ہیں اور یقیناً انکی نماز جلدی والی نہیں ہوگی) کم ازکم ایک گھنٹہ پانچ فرائض معہ سنت ونوافل وغیرہ کیلیئے درکار ہے، جن میں وضو وغیرہ بھی کیا جائے گا اور طہارت حاصل ہوگی، حمام بھی جانا پڑے گا۔ اب طواف کی کل (بعد میں پڑھی جانے والی) رکعتیں 280 ہیں کم ازکم ایک رکعت ایک منٹ کے حساب سے پڑھیں تو ساڑھے چار گھنٹے ضرور چاہییں۔ مان لیں کہ 2 قرآن وہ طوافوں میں ہی پڑھ لیا کرتے تھے (جو کہ ممکن نہیں ہے)۔ اب آجکل تو ایک طواف کیلیئے رش کی وجہ سے گھنٹہ لگ جانا معمولی بات ہے لیکن اُسوقت رش نہ تھا لہٰذا وقت کم لگتا ہوگا لیکن پھر بھی اگر حرم کعبہ خالی بھی ہو تو طواف میں آرام سے چلنا شرط ہے کوئی بھاگ بھاگ کر چکر پورے کرنا نہیں ہے۔ لہٰذا 10 منٹ ایک طواف لگائیں تو ستر طوافوں کے لئے درکار وقت ساڑھے گیارہ گھنٹے ہے اور شب وروز کے طوافوں کے لئے 23 گھنٹے درکار ہیں۔ اب یہ کل 23+4.5+1 = 28.5 گھنٹے بنتے ہیں (جبکہ ایک دن میں 24 گھنٹے ہیں)، ابھی تو ہم نے یہ پوچھا ہی نہیں کہ بیچارے بزرگ کھاتے کب تھے اور ان کا ذریعہ معاش کیا تھا؟ بچوں کو کتنا وقت دیتے تھے اور سب سے اہم بات کہ اللہ کے دین کے لئے کتنا وقت دیتے تھے (یا پھر تبلیغی زبان میں کتنے وقت کیلیئے نکلتے تھے) اور واقعہ بیان کرتے ہوئے یہ بالخصوص کہا گیا ہے کہ یہ عمل وہ ہمیشہ کیا کرتے تھے لہٰذا یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ ایک دو دن ایسا کرتے باقی دنوں میں دوسرے کام کرتے۔

اب فیصلہ آپ کے ہاتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

غرض جب بے پر کی اڑا کر اپنے بزرگوں کے بارے میں اسطرح کے فضائل مشہور کرنے کی کوششیں کی جاتی ہیں تو پھر عقل سے عاری ہو کر ہی فضائل گھڑے جاتے ہیں۔ لیکن آپ نے سنا ہوگا کہ صرف نقل کے لئے بھی عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو پھر بات بنانے کے لئے تو تیز عقل درکار ہے۔ جو کہ لگتا ہے ان کے پاس کم ہی ہے ورنہ ایسی باتیں نہ کرتے۔ بلکہ یہ تو اپنے بزرگوں کا احترام کھونے والی بات بن جاتی ہے۔ اور ان بزرگوں کے بارے میں عوام کیا رائے رکھیں گے اگر وہ کبھی تحقیق کی نظر سے دیکھ لیں تو..... بلکہ اس سے بزرگوں کی عزت اور مقام گھٹ جاتا ہے۔ لہٰذا ہم ایسے لوگوں کو دعوت دیتے ہوئے ان کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ ایسے سلسلہ کو چھوڑ کر صرف قرآن و سنت کو اپنا لیں جس کا ہر ایک واقعہ حقیقت اور سچائی پر مبنی ہے اور آج تک کسی نے بھی قرآن و حدیث کے واقعات کو غلط ثابت نہیں کیا اور نہ ہی ان شاء اللہ قیامت تک کوئی کر سکے گا۔ کیونکہ ان کے اندر جھوٹ نہیں ہے۔

تو آیئے کیوں نہ اس راستے اور دعوت کو اپنایا جائے جو کہ بے عیب اور باعزت و پُر وقار ہے۔ جس سے اللہ بھی خوش اور رسول ﷺ بھی خوش۔ دنیا سہل اور آخرت باغوں میں سے باغ بن جائے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَاقَدَّمَتْ يَدٰهُ﴾ (سورۂ کھف: ۵۷)

''اس سے بڑھکر ظالم کون ہے جسے اسکے رب کی آیات سے نصیحت کی جائے اور وہ پھر بھی منہ موڑے رہے اور جو کچھ اسکے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے اسے بھول جائے۔''

کیونکہ اللہ نے راستہ بتایا ہے اور اختیار دیا ہے، فرمایا:

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ (بلد 10) ہم نے دکھائے ان کو دونوں راستے۔

پھر فرمایا:

﴿فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا، قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا، وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا﴾ (سورة الشمس)

''پھر سمجھ دی اسکو برائی کی اور بچ کر چلنے کی، جس نے اسے پاک کیا (نفس کو) وہ کامیاب ہوا، اور جس نے اسے خاک میں ملایا وہ نا کام ہوا۔''

اَن ہونے قصّے:

ذیل میں تبلیغی نصاب اورا کابرین دیو بند کی کتابوں سے لئے گئے چند فضائل ذکر کئے جا رہے ہیں، ویسے تو سمجھدار کو ایک حوالہ ہی کافی ہوتا ہے۔

۱. ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ وہ روزانہ ایک ہزار رکعت کھڑے ہوکر پڑھتے، جب کھڑے ہونے سے عاجز ہو جاتے تو ایک ہزار رکعت بیٹھ کر پڑھتے۔ (فضائل صدقات، صفحہ ۴۲۷)

۲. حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سرّ ی سقطیؒ سے زیادہ عبادت کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ اٹھانوے برس تک کسی نے ان کو مرض الموت کے علاوہ لیٹے نہیں دیکھا۔ (فضائل صدقات، صفحہ ۴۲۸)

۳. حضرت کہمس بن حسنؒ ہر رات ایک ہزار رکعت بیٹھ کر پڑھتے۔ (فضائل صدقات، صفحہ ۴۲۹)

۴. حضرت اویس قرنیؒ کو ایک شخص نے کھائے پیئے اور حاجتِ ضروریہ کے بغیر فجر کی نماز سے دوسرے دن فجر کی نماز تک مسلسل چوبیس گھنٹے مختلف عبادات میں مشغول دیکھا۔ (فضائل صدقات، صفحہ ۴۲۹)

۵. حضرت ابوبکر عیاشؒ چالیس برس تک بستر پر نہیں لیٹے۔ (فضائل صدقات، صفحہ ۴۳۰)

۶. ایک سید صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ بارہ دن ایک ہی وضو سے نمازیں پڑھیں اور پندرہ برس تک مسلسل لیٹنے کی نوبت نہیں آئی۔ (فضائل نماز، صفحہ ۶۴)

۷. ابراہیم ابنادہمؒ رمضان المبارک میں نہ تو دن کو سوتے تھے نہ رات کو۔ (فضائل رمضان، صفحہ ۳۹)

۸. ہمارے شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے قول جمیل میں اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ ابتدائے سلوک میں ایک سانس میں دوسو مرتبہ لا الہٰ الا اللہ کہا کرتے تھے۔ (فضائل ذکر، صفحہ ۸۴)

۹. صوفیاء کے لئے اللہ کے نام کے ذکر کی کم سے کم مقدار پچیس ہزار، اور لا الہٰ کے ذکر کی مقدار پانچ ہزار ہے، زیادہ کے لئے کوئی حد نہیں۔ (فضائل ذکر، صفحہ ۸۴)

۱۰. مولوی الیاس نے اپنی وفات سے تقریباً بیس دن پہلے کہا میری زندگی کے بیس دن باقی ہیں، چنانچہ ان کی اس بات کو ابھی بیس دن پورے نہیں ہوئے تھے کہ ان کی وفات ہوگئی۔ (الداعیۃ کبیر، صفحہ ۷۲)

مولوی الیاس کے اس دعوے سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ علم غیب کے جاننے کے بھی مدعی تھے اور ان کے ملفوظات کو جمع کرنے والے کے بقول ان کی یہ پیشنگوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی تو اس سے ان کے علم غیب جاننے کی تصدیق ہوگئی۔

۱۱. جماعت کے بانی محمد الیاس صاحب نے اپنی اس جماعت کی غرض وغایت ان الفاظ میں بیان کی ہے: حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے بہت بڑا کام کیا ہے۔ بس میرا دل چاہتا ہے کہ تعلیم ان کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو تو اس طرح ان کی تعلیم عام ہو جائے۔ (ملفوظات مولانا الیاس، صفحہ ۵۸)۔

اس سے معلوم ہوا کہ جماعت تبلیغ کی غرض و غایت مولوی اشرف علی تھانوی کے مذہب ونظریئے کی تبلیغ ہے اور وہ بہت بڑے صوفی تھے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ جماعت تبلیغ کی غرض و غایت صوفیت کی تبلیغ ہے۔ نبیؐ کی تعلیمات جو کہ قرآن و احادیث میں کی قطعا حاجت نہیں۔یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ اسلام کی سچائی اور حقیقت سے دور ہیں۔اور بدعات اپنے من جانے طریقوں پر ایجاد کرر کھی ہیں۔

۱۲. مولوی اشرف علی تھانوی نے ایک کتاب بنام ''اعمال قرآنی'' تالیف کی ہے اس میں تعویذات لکھے گئے ہیں، ایک جگہ پر انہوں نے یہاں تک لکھا ہے کہ وضع حمل کے وقت عورت قرآن کریم کی آیات لکھ کر اپنی ران سے باندھے تو اس سے اس کا بچہ جلد و با آسانی باہر آجائیگا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

۱۳. ایک آدمی کی نکسیر پھوٹ پڑے تو انا للہ وانا الیہ راجعون۔اگر شفاء کے لئے اپنی پیشانی اور ناک پر خون سے سورۃ فاتحہ لکھدے تو جائز ہے اور اگر اس کو معلوم ہو کہ پیشاب سے سورۃ فاتحہ لکھنے سے شفاء ہوسکتی ہے تو اس سے بھی لکھنا جائز ہے۔لاحولا ولاقوۃ الا باللله۔

جماعت تبلیغ کا عمل یہ ہے کہ جماعت نہ مسائل سیکھتی ہے اور نہ سکھاتی ہے اور نہ مسائل میں بحث کی اجازت دیتی ہے۔ جماعت تبلیغ کے نصاب میں موجود رسائل مولوی زکریا نے لکھے ہیں۔ان میں مسائل کا بالکل ذکر نہیں ہے۔ان رسائل میں فضائل نماز ہیں لیکن مسائل نماز نہیں ہے۔فضائل رمضان ہیں لیکن مسائل رمضان نہیں اور ان میں فضائل حج ہیں لیکن مسائل حج اس میں بالکل نہیں ہیں، اسی طرح فضائل تبلیغ ہیں لیکن کن شروط وآداب و احکامات پر یہ نہیں ہیں۔اور قابل تعجب یہ بات ہے کہ ارکان اسلام کا سب سے اول رکن کلمہ توحید واخلاص کا اقرار ہے لیکن نصاب میں توحید کا کوئی باب نہیں اور اعمال کی قبولیت کے لئے اتباع سنت نبویہﷺ شرط ہے مگر تبلیغیوں کے پاس اتباع سنت کی اہمیت نام کی چیز نہیں۔

جماعت تبلیغ اور رہبانیت:

۱. قاسم نانوتوی صاحب اس جماعت کے صوفی بزرگ گزرے ہیں۔ مولوی صاحب اپنا نکاح نہیں کرتے تھے آخر حاجی امداداللہ مکی صاحب کے کہنے پر راضی ہوئے لیکن یہ شرط رکھی کہ تمام عمر زوجہ کے نفقہ اور اولاد کی پرورش کے لئے کچھ کما لانے کی مجھ سے متقاضی نہ ہو، بیچاروں نے لاچار یہ شرط قبول کی اور نکاح ہوگیا۔ (سوانح قاسمی، جلد اول، صفحہ ۳۲)

''کیا یہی اسلامی غیرت ہے۔''؟

۲۔ تبلیغی جماعت کے بانی مولوی محمد الیاس صاحب اکثر اوقات عبدالقدوس گنگوہی کی قبر کے پیچھے (مراقبے میں) بیٹھتے تھے اور نور سید بدایونی کی قبر کے پاس بھی علیحدگی میں بیٹھتے تھے اور نماز باجماعت بھی وہیں پڑھتے تھے۔ (سوانح یوسف، صفحہ ۱۴۴ تا ۱۴۶)

''یہاں وضاحت نہیں کی گی کہ مقتدی عام لوگ تھے یا کہ قبر والے تھے۔''؟

۳. اور شیخ ابوالحسن ندوی نے لکھا ہے کہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی وحدۃ الوجود میں غرق رہتے تھے اور اس عقیدے کے داعی بھی تھے۔ (تاریخ دعوت و عزمیت، جلد ۴، صفحہ ۱۳۴)

۴. شیخ محمد یوسف فرماتے تھے کہ یہ قبر ہمارے شیخ محمد الیاس کی ہے، آپ کی قبر پر آسمان سے نور نازل ہوتا ہے، آپ اس نور کو اپنے مریدوں میں (اس قبر سے) تقسیم فرماتے ہیں جتنا ان کے ساتھ کسی کو تعلق ہوتا ہے اتنا اس نور سے اس کو حصّہ ملتا ہے اور یہی مولوی یوسف صاحب نبی کریم ﷺ کی قبر کے پاس بیٹھ کر مراقبہ کیا کرتے تھے۔

یہ عمل ان کا اہل قبور سے فیض و مدد حاصل کرنے کا طریقہ ہے۔ حالانکہ ایسا تصور کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے اور بندے و رب کے درمیان واسطہ پکڑنا ہے.

ہونکو نام قبروں کی تجارت کر کے کیا نہ بیچو گے جو مل جایں صنم پتھر کے؟

۵۔ **بیعت**، جس کا استعمال صوفیہ کے طرق اور مذاہب کرتے ہیں یہ سراسر من گھڑت

انداز ہے۔ اسلام میں صرف صحابہ رضی اللہ عنہم کی بیعت رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی بیعت اپنے خلیفہ سے کرنے کا ثبوت ملتا ہے اس کے علاوہ اور کسی بیعت کا ثبوت اسلام میں نہیں۔

۶. مولوی الیاس (بانی تبلیغ جماعت) کے والد محمد اسماعیل کی جب وفات ہوی تو لوگوں کی کثرت کی وجہ سے کئی باران کے جنازہ کی نماز پڑھی گئی۔ اسی دوران ایک صاحب ادراک نے سنا کہ جنازہ کہہ رہا ہے کہ مجھے جلدی لے چلو میں بے حد شرمندہ ہوں کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ میرا انتظار کر رہے ہیں۔ (سیرت محمد یوسف صفحہ ۶۳، مولانا الیاس کی دینی دعوت، صفحہ ۳۹، سوانح محمد یوسف، صفحہ ۶۸)

واہ مزہ آ گیا، ابوبکر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم کی میتوں سے تو ایسی آوازیں نہ آسکیں۔

۷۔ شیخ ابوالحسن علی میاں ندوی نے کتاب سیرت احمد بریلوی شہید میں لکھا ہے کہ انہوں نے رمضان کی ستائیسویں شب کو عبادت کرنے اور پوری رات جاگنے کا ارادہ کیا تھا مگران کے اوپر نیند غالب آ گئی، اس دوران میں ان کے پاس دو آدمی آئے انہوں نے انکے دونوں ہاتھ پکڑ کر ان کو اٹھایا اور جگایا جب وہ نیند سے بیدار ہو گئے تو دیکھا کہ ان کے داہنی جانب رسول اللہ ﷺ اور بائیں جانب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھے ہیں، پھر نبی ﷺ نے ان سے کہا اے احمد اٹھو جلدی غسل کرلو، سید احمد نے جلدی غسل کرلیا پانی ٹھنڈا تھا، انہوں نے اسی سے غسل کیا پھر انکو مخاطب کرتے ہوئے رسول ﷺ نے فرمایا اے میرے بیٹے یہ لیلۃ القدر ہے لہٰذا اسی رات میں اللہ تعالیٰ کے ذکر، دعا و مناجات میں مشغول ہو جا بیٹے، یہ کہہ کر رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ واپس چلے گئے۔

حالانکہ لیلۃ القدر کا یقین خود نبی نے ہی اپنی حیات مبارکہ میں نہیں کیا۔ تو اب یہ تخصیص کیوں۔ کیا نعوذ باللہ نبی ﷺ انصاف پسند نہ تھے۔

ایک شخص نے میرے والد کے پاس ۸۰ اشرفیاں امانت رکھیں اور کہا کہ اگر ضرورت پڑے تو خرچ کر لینا میں واپس آ کر لے لونگا۔ ان کے جانے کے بعد مدینہ منورہ میں تنگی زیادہ پیش آئی۔ میرے والد نے وہ رقم خرچ کر ڈالی۔ جب وہ واپس آئے تو اپنی رقم طلب کی، والد صاحب نے کل کا وعدہ کر لیا اور رات کو قبر اطہر پر حاضر ہو کر عاجزی کی، کبھی قبر شریف کے پاس دعا کرتے کبھی منبر شریف کے پاس، اسی طرح تمام رات گزر گئی، صبح کے قریب حضور ﷺ کی قبر اطہر کے پاس دعا کر رہے تھے کہ اندھیرے میں ایک شخص کی آواز سنی وہ کہہ رہا تھا ابو محمد یہ لے لو، میرے والد نے ہاتھ بڑہایا تو انہوں نے ایک تھیلی دی جس میں 80 اشرفیاں تھیں (وفاء)

جماعت تبلیغ کے ان پڑھ اور سادہ لوگ اپنی تبلیغی تفریحات وسیاحات میں چھوٹے بچوں اور اہل عیال کو اکیلا چھوڑ کر چلے جاتے ہیں ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔ یہ لوگ طویل مدت تک جو کبھی سالوں پر مشتمل ہوتی ہے اپنے بال بچوں کو اکیلا بے سہارا چھوڑ کر اللہ کے راستے میں نکل جاتے ہیں۔ ضرورت پڑھنے پر ایسے ہزاروں واقعات بیان کیئے جاسکتے ہیں۔

دوسری طرف حقیقت یہ ہے کہ خواہش نفسانی کے فتنے میں خود جماعت تبلیغ پڑی ہوی ہے اس لئے یہ تبلیغ والے علم سے کورے ہیں اور بدعت وخرافات پر ان کا عمل ہے اور یہ صوفیہ کے چار طریقوں کی بدعت میں خود بھی پڑے ہوئے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی اس بدعت کی دعوت دیتے ہیں یعنی ا.چشتیہ، ۲.قادریہ، ۳.سہروردیہ، ۴.نقشبندیہ۔ اس جماعت کے امیر انعام الحسنا نہی چاروں طریقوں پر لوگوں سے بیعت لیتے ہیں۔

شیطان کو گناہ سے بدعت زیادہ محبوب ہے اس لئے کہ گناہ سے توبہ کر لی جاتی ہے لیکن بدعت سے توبہ نہیں کی جاتی کیونکہ بدعت پر عمل کرنے والا اس عمل کو ثواب سمجھ کر کرتا ہے اور اس عمل کو دین کا حصہ اور جزو سمجھتا ہے اس لئے وہ اس سے توبہ نہیں کر پاتا۔ اور سارے تبلیغی بھائی اسی کا شکار ہوئے ہیں۔ اللہ پاک انہیں جلد از جلد توبہ کرنے کی ہدایت دے۔

خواب نبوت کا حصہ:

مولوی الیاس بانی تبلیغی جماعت نے ایک بار اپنے مریدوں سے فرمایا ''خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ پھر فرمایا آج کل خواب میں مجھ پر علوم صحیحہ کا القاء ہوتا ہے اس لئے دعا کرو کہ مجھے زیادہ نیند آئے۔ آپ نے فرمایا اس تبلیغ کا طریقہ کار بھی مجھ پر خواب میں منکشف ہوا اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ''**کنتم خیر امۃ....**'' کی تفسیر بھی مجھ پر القاء ہوئی جس طرح سے انبیاء کو ہوتی تھی۔ (**ملفوظات مولوی الیاس، صفحہ ۵۱/۵۲**)

خواب میں علم صحیحہ واحکامات شرعیہ کا وقوع ونزول صرف انبیاء کا حصہ تھا جو نبوت کے بند ہونے سے بند ہوگیا۔ خواب نبوت کا حصہ صرف انبیاء کے لئے ہوتا ہے دوسروں کے لئے نہیں۔ انبیاء کا خواب وحی ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم خواب میں ملا تھا۔ خواب کو نبوت کا چھیالیس واں حصہ کہا گیا ہے۔ اس سے مراد نبی کریم ﷺ کے اپنے خواب ہیں۔ وہ اس طرح کہ نبوت کی مدت **23** سال ہے اس میں پہلے **6** ماہ آپ کو سچے خواب آتے رہے تھے اور اس مدت میں صرف خواب میں وحی آتی تھی اس مدت کے بعد بیداری میں بھی آپکو وحی آنا شروع ہوگئی اور **6** ماہ **23** سال کی مدت کا **46** واں حصہ بنتے ہیں، اس معنے سے حدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ آپ کی نبوت کا پورا عرصہ جو **23** سالوں پر محیط ہے اس کا **46** واں حصہ خوابوں پر مشتمل تھا جو مثل صبح کی روشنی کے صحیح اور سچے نکلتے تھے۔ اس لحاظ سے سچے خواب آپکے بعد کسی کے لئے نبوت کا حصہ نہیں ہوں گے (شرح السنہ)

مردوں کا بولنا:

ایک صاحبِ کشف حضرت حافظ ضامن کے مزار پر فاتحہ پڑھنے گئے، بعد فاتحہ کہنے لگے کہ بھائی یہ کون بزرگ ہیں بڑے دل لگی باز ہیں جب میں فاتحہ پڑھنے لگا تو مجھ سے فرمایا کہ

جاؤ کہیں مردوں پر فاتحہ پڑھو یہاں زندوں پر فاتحہ پڑھنے آئے ہو یہ کیا بات ہے، تب لوگوں نے بتلایا کہ یہ شہید ہیں۔ (حکایات نمبر ۲۰۵، ارواح ثلاثہ)

''حضرت حمزہ رضی اللہ عنہم (شہیدوں کے سردار) کی قبر سے تو آجتک ایسا واقعہ رونما نہیں ہوا۔''

آسمان سے روٹی:

شاہ ولی اللہ اپنے یا اپنے والد کے متعلق لکھتے ہیں کہ ایک روز مجھے بہت ہی بھوک لگی میں نے اللہ جل وشانہ سے دعا کی تو میں نے دیکھا کہ نبی ﷺ کی روح مقدس آسمان سے اتری اور انکے ساتھ ایک روٹی تھی گویا اللہ جل شانہ نے حضور ﷺ کو ارشاد فرمایا کہ یہ روٹی مجھے مرحمت فرمائیں۔ (فضائل ۷۹۷)

اسی طرح کا ایک اور قصہ لکھا ہے کہ شاہ ولی اللہ بیمار ہو گئے، خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی، آپ ﷺ نے فرمایا بیٹے کیسی طبیعت ہے؟ اس کے بعد شفاء کی بشارت عطا فرمائی اور اپنی داڑھی میں سے 2 بال عطا فرمائے، مجھے اس وقت صحت ہوگئی اور جب میری آنکھ کھلی تو دونوں بال میرے ہاتھ میں تھے۔ (فضائل اعمال۔ صفحہ ۷۹۷)

''وہ بال یا موئے مبارک آج کہاں ہیں؟ کیونکہ ایسی مبارک چیز تو حفاظت سے رکھی جاتی ہے۔''

فضائل اعمال میں اس طرح کے کئی واقعات لکھے ہوئے ہیں، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ فضائل اعمال اور اس کو پھیلانے والوں کے عقیدے کے مطابق!

1. نبی ﷺ غیب جانتے ہیں۔
2. مصیبت زدہ کی مدد کو بنفس نفیس پہنچ جاتے ہیں۔
3. غیر محرم عورتوں کے منہ اور پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہیں۔
4. بادلوں میں سفر کرتے ہیں۔

5. سودخور جب اللہ کی پکڑ میں آئے تو آپ مدد کے لئے پہنچ جاتے ہیں۔
6. حالت بیداری میں لوگوں سے ملاقاتیں اور وصیت فرماتے ہیں۔

سوال کرنا منع:

اب اتنے فضائل اور وہ بھی عجیب وغریب قسم کے پڑھنے کے بعد کوئی بھی عام پڑھا لکھا آدمی ہو تو اسکے ذہن میں سوالات جنم لے سکتے ہیں۔ لیکن ادھر ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ سوال کن سے کیئے جائیں؟ اگر کسی عام تبلیغی فرد سے پوچھا جائے تو وہ کہتے ہیں کہ جاؤ علماء سے پوچھو اور انکے علماء کے پاس جائیں تو وہ کہتے ہیں کہ تم عام آدمی ہو اور تمکو ایسے سوالات کرنے کی اجازت نہیں ہے، تم میں عقل ہے ہی کتنی وغیرہ وغیرہ۔ اور تقریباً تمام اکابرین جماعت بشمول سلمان ندوی صاحب اور انظر شاہ قاسمی اور مولانا اکبر شریف صاحب وغیرہ کا یہی نظریہ ہے۔ حالانکہ اسلام کی تعلیمات ایسی ہیں کہ وہ ایک عام شخص اور بے شک وہ کافر ہی کیوں نہ ہو اسے بھی حق دیتی ہیں کہ وہ سوال کرسکتا ہے اور اپنے دل کا اطمینان کرسکتا ہے۔

چنانچہ آپ دیکھ لیں کہ جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ خطبہ دینے آئے تو عام لوگوں نے سوال کیا کہ سب لوگوں کو چادر ایک ایک ملی اور اس سے آپ رضی اللہ عنہ کا کرتہ نہیں بن سکتا تھا لیکن آپ رضی اللہ عنہ کا کرتہ مکمل ہے بتایئے یہ کیسے بنا؟ آپؓ نے جواب دیا کہ اس کا جواب میرا بیٹا عبداللہ رضی اللہ عنہ دیگا تو انہوں نے بتایا کہ اپنے حصہ کی چادر بھی انہوں نے اپنے والد کو دے دی ہے۔

اسی طرح دین کے معاملے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جب دادی کی وراثت کا مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا (حالانکہ آپ خلیفۃ الوقت تھے) کیونکہ اس سے قبل یہ مسئلہ کبھی نہ آیا تھا تو پھر عام صحابہ رضی اللہ عنہ سے پوچھ کر حل بتادیا۔

اسی طرح عمر رضی اللہ عنہ کو دوران خطبہ ایک عام عورت نے کھڑے ہو کر چیلنج کردیا کہ

آپ رضی اللہ عنہ کون ہوتے ہو حق مہر فکس (مقرر) کرنے والے جبکہ اللہ کے رسول ﷺ نے نہیں کیا، بلکہ نبی ﷺ نے زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم دیا ہے، تو اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے بجائے سیخ پا ہونے کے اور غصہ میں اسکو بے عزت کرنے کے فوراً اپنی غلطی تسلیم کرلی اور کہا کہ خدا کی قسم ہر شخص عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ جانتا ہے۔ یہ تاریخی الفاظ عمر رضی اللہ عنہ کی عظمت کو ثابت کرتے ہیں۔ اس سے ان کا مقام بڑھ گیا اور دین کے معاملہ میں عاجزی وانکساری واضح ہوگئی۔ لیکن آج کے مولوی حضرات غصہ میں الٹا سوال کرنے والے کو ہی جھڑک دیتے ہیں۔ کیا عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو کوئی سزا دی تھی؟ کیا بعد میں کسی بھی موقع پر اسے ذلیل کرنے کا پروگرام بنایا؟ کیا اپنے دل میں اسکے بارے میں کوئی بغض و کینہ رکھا؟ اگر نہیں تو ہمارے تبلیغی مولوی ایسا کیوں کرتے ہیں؟ اور دین میں تحقیق کرنے والے کو رُسوا کرنے کا پروگرام کیوں بناتے ہیں۔ حالانکہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے احرام کے محرمات کے بارے میں سوال کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا فتویٰ حدیث کی روشنی میں دے دیا۔ پھر سائل نے کہا کہ حضرت اس بارے میں آپکے والد (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) تو ایسے اور ایسے کہتے ہیں۔ آپ ؓ نے جواب دیا کہ میرے والد اس معاملہ میں حجت ہرگز نہیں بن سکتے. کیونکہ میرے پاس نبی ﷺ کی صحیح حدیث موجود ہے۔ اب ذرا سوچیئے کہ کیا عبدللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بے عزتی کردی؟ یا پھر اس جواب سے دین کے معاملہ یعنی شریعت میں کوئی دراڑ پڑ گئی؟ یا باپ بیٹے دونوں میں سے کسی کا مقام گھٹ گیا، ہرگز نہیں بلکہ دین کو تقویت ملی اور صحیح مسئلہ لوگوں میں عام ہوگیا۔

اسی طرح اور تو اور خود عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی دین کے معاملے میں کوئی بات ہوتی تو بغیر تحقیق کے نہ ہی خود عمل کرتے اور نہ ہی اسے عام ہونے دیتے۔ جیسے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ وہ آپ کے گھر آئے اور دروازے پر تین دفع دستک دے کر جواب نہ پانے

پر واپس پلٹے۔ اتفاقاً آپ بھی اسی وقت گھر سے نکلے اسے دیکھا معاملہ معلوم ہونے پر استفسار کیا کہ تین دفعہ دستک دینے والی بات کیوں کر ہے تو صحابی رضی اللہ عنہ نے جوب دیا کہ نبی ﷺ کی ہدایات ہیں یعنی حدیثِ رسول ﷺ ہے تو عمر رضی اللہ عنہ انکو لیکر چلے اور کہا کہ اس کا ثبوت دو، کوئی گواہ پیش کرو ورنہ سزا دونگا تو صحابی رضی اللہ عنہ نے دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی گواہیاں دلوائیں تب جا کر عمر رضی اللہ عنہ کو اطمینان ہوا اور انہوں نے بھی اس مسئلہ کو تسلیم کرلیا۔ (صحیح بخاری)

لیکن آج اگر کسی بات یا عمل کا ثبوت علماء سے طلب کیا جائے تو گالیاں سننے کو ملتی ہیں اور گستاخ اور بے ادب ہونے کا سرٹیفیکیٹ مفت میں ملتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ آج امت مسلمہ کے اندر اسقدر تفرقے بازی ہے۔ دینی مواد بالخصوص احادیث میں تحریف اور ضعیف احادیث کا اضافہ ممکن ہوا۔علماء کی ایک دوسرے سے نہیں بنتی ،اور صحیح انداز میں کوئی بھی اسلامی بلاک علمائے کرام کا نہیں بن سکا۔جبکہ دشمن یہود و نصاریٰ آج بھی مسلمانوں کو من حیث القوم ایک جان کر انکے خلاف اپنی جنگ جاری رکھے ہوئے ہیں۔انکی عیسائی و یہودی مشنریاں کام کر رہی ہیں اور وہ لوگوں کو لالچ اور طاقت وشباب کے بل بوتے پر اپنے مذہب پر لانے کی انتھک کوششیں کر رہے ہیں۔لہٰذا ہمیں بھی بڑی ہوشیاری سے دین پر کاربند رہنا ہے۔

اللہ نے فرمایا ہے:

﴿فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ﴾ (سورة المرسلات:٥٠)

''اب قرآن کے بعد کس چیز پر ایمان لاؤ گے۔''

اور نبی ﷺ نے فرمایا:

((تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَاتَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَ سُنَّتِي)) (مُوطا امام مالك)

’’تمہارے درمیان میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جبتک انہیں مضبوطی سے پکڑے رہو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ ہیں اللہ کی کتاب اور میری سنّت۔‘‘

اگر تبلیغی جماعت والے ابھی سچائی کو تسلیم نہ کریں اور جو خرافات نصاب میں موجود ہیں انکو نکالنے میں دیر کریں اور امت کو اسی طرح گمراہ کرنے پر تلے رہیں تو ان کو جان لینا چاہئے کہ سورۃ البقرہ کی آئیت نمبر **170** صرف اسی وقت کے مشرکین ومنافقین کے لئے نازل نہیں کی گئی تھی بلکہ وہی آئت ان پر بھی صادق آجائے گی۔ اور اسکے انجام کے لئے تیار ہو جائیں۔

’’اور ان سے جب کبھی کہا جاتا ہے کہ اللہ کی نازل کردہ کتاب کی تابعداری کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس طریقہ کی پیروی کرینگے جس پر ہم نے اپنے باپ داداؤں کو پایا ہے گوانکے باپ دادے بے عقل اور گم کردہ راہ ہی ہوں (البقرہ ۱۷۰)‘‘

آباء پرستی:

آج بھی اگر اہل بدعت کو سمجھانے کی کوشش کی جائے کہ ان بدعات کی دین میں کوئی اصل نہیں تو وہ یہی جواب دیتے ہیں کہ یہ رسوم ورواج تو ہمارے باپ دادوں سے چلی آ رہی ہیں۔ حالانکہ باپ دادے بھی دینی بصیرت سے بے بہرہ اور ہدایت سے محروم رہ سکتے ہیں۔ اسی لئے دلائل شریعت کے مقابلے میں آباء پرستی یا اپنے آئمہ وعلماء کی پیروی غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس دلدل سے نکالے۔ (آمین)

میں ہمیشہ آپکو کہتا آیا ہوں کہ ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ تبلیغی کام کرے کیونکہ یہ اسکا فرض بنتا ہے، وجہ یہ ہے کہ اب کوئی نبی آنے والا نہیں ہے، نبیوں کا یہ کام اب ہمیں کرنا ہے اسکی دلیل حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ کا وعظ ہے جب آپ ﷺ نے تمام (ایک لاکھ

چالیس ہزار سے زیادہ) صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا تھا:

((ھَلْ بَلَّغْتُ الرِّسَالَۃَ وَ اَدَّیْتُ الْاَ مَانَۃَ؟))

''کیا میں نے اللہ کی امانت آپ تک پہنچادی اور رسالت کا حق ادا کر دیا؟''۔

تو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کا اقرار کیا تو اللہ کے نبی ﷺ نے اسوقت اللہ کو گواہ کرتے ہوئے تین مرتبہ فرمایا **اَللّٰھُمَّ اَشْھَدْ، اَللّٰھُمَّ اَشْھَدْ.........**

اور اس کے آگے اہم ترین بات یہ کہ فرمایا **فَـلْیُبَلِّـغُ الشَّـاھِدُ الْغَـائِبَ** ،یعنی حاضرین ان لوگوں تک جو کہ یہاں موجود نہیں ہیں (مراد پوری امت ہے) تک یہ پیغام یعنی دین پہنچادیں۔

اور پھر ہم سب بخوبی جانتے ہیں کہ اس فرض کو نبھانے کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے نبی ﷺ کا محبوب شہر چھوڑا، اپنے کنبے چھوڑے، اور دین کی اشاعت کے لئے دنیا میں پھیل گئے۔ انکو یہ معلوم تھا کہ مسجد نبوی کی ایک نماز تمام دیگر مساجد میں پڑھی گئی ہزار نمازوں سے بہتر اور بیت اللہ کی نماز ایک لاکھ نمازوں سے بہتر ہے (یعنی ایک ہزار اور ایک لاکھ گنا ثواب ہوتا ہے) لیکن وہ اپنا حقیقی مقصد سمجھ گئے اور دنیا میں پھیل گئے۔ لہٰذا آج لوگ تحقیق سے یہ بات ثابت کرتے ہیں کہ دنیا کے فلاں علاقہ میں فلاں صحابی کی قبر ملی اور فلاں میں فلاں کی۔ اس سے ان عظیم و پاک نفوس کے کام کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

اور پھر احادیث کی روشنی میں یہ بات بڑی واضع ہوچکی ہے کہ انبیاؑ کی وراثت صرف علم ہے جو کہ علمائے وقت حاصل کرتے ہیں۔ کوئی مال و دولت نہیں اور نہ وہ وراثت تقسیم ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ کام اب ہمارے ذمہ ہے اور چلتے چلتے نبی ﷺ کی ایک اور حدیث بھی سن لیں جس میں آپ ﷺ نے تمام افراد امت کو یہ کام کرنے کا احساس دلایا ہے، فرمایا: **بَلِّغُوْا عَنِّی وَلَوْ**

اٰیۃ :میری طرف سے پہنچادو (تبلیغ کردو) خواہ ایک ہی آیت کیوں نہ ہو۔
لہٰذا یہ انبیأ والا کام تو ہمیں کرنا ہے لیکن قرآن وسنت کی روشنی میں، کیونکہ تقریباً **1450** برس سے ہر جمعہ میں یہ بات دوھرائی جاتی ہے اور ہم سنتے بھی ہیں کہ:

((فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ، وَ خَیْرَ الْھَدْيِ ھَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ))

''سب سے اچھی بات (کلام) قرآن ہے اور سب سے اچھا طریقہ نبی ﷺ کا ہے۔''

((وَشَرَّالاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلَّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃ" وَکُلَّ بِدعَۃٍ ضَلاَ لہ وَکُلَّ ضَلا لَۃٍ فِی النَّار))

''اور ہر نئی بات (دین میں) برا کام ہے اور سب برے کام بدعت ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی آگ میں لے جاتی ہے۔''

لہٰذا قرآن کو طاق میں رکھ کر صرف ضعیف احادیث اور بزرگان دین کے واقعات کے ذریعے اکابرین جماعت کی باتوں اور خوابوں کی دنیا میں بس کر یہ کام نہ ہوگا۔ یہ جو آفات جماعت تبلیغ پر آتیہیں انکا سبب قرآن کی آئیتوں کو اپنے مفاد کے لئے توڑ موڑ کر بیان کرنا ہی ہے۔

تبلیغ نہیں قتال:

اگر چاہیں تو اسکی کئی مثالیں دی جاسکتی ہیں جیسے مثال کے طور پر جہاد کی آیات میں جہاں جہاں لفظ جہاد استعمال ہوا ہے وہاں یہ لوگ اس سے مراد تبلیغ کے لئے نکلنا لیتے ہیں۔ حالانکہ انکو یہ سوچنا چاہیئے کہ ان آیات کی وضاحت دوسری آیات سے ہوتی ہے جو کہ صراحتاً جہاد بالسیف یعنی قتال کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اور جہاد پر پورے قرآن میں تقریباً سوا

آٹھ پارے (8-1/4) نازل ہوئے ہیں اب کن کن آیات کو تبدیل کر کے یا پھر اپنے مفاد میں موڑ کر استعمال کریں گے؟ حالانکہ یہی آیات ہیں کہ جن کے نزول کے بعد اگر صحابہ میں سے کوئی میدان جنگ میں جانے سے رہ جاتا تو اس سے بول چال بند کردی جاتی، اس سے کنارہ کشی اختیار کی جاتی اورتو اور خود صحابہ رضی اللہ عنہم اپنا محاسبہ کر لیتے تھے۔ اوراس سے بھی اہم بات یہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان آیات کا مطلب سمجھ کر ہی عمل کیا تھا مگر کسی کے عمل سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ آیات سن کر وہ بھی چلّے کاٹتے تھے اور نہ ہی وہ متعین مدت تک گھر سے نکلا کرتے تھے۔

بلکہ وہاں تو خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ جیسے نفوس تھے جو کہ بسترِ مرض پر بھی روتے تھے۔ صرف اسلئے کہ شہادت کی موت نہ مل سکی۔ ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ تبوک کی جنگ میں پیچھے رہ جانے سے اپنا احتساب کر کے فوراً روانہ ہوجاتے ہیں اور پھر حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کے اس تاریخ ساز واقعہ کو کہاں لے جائیں گے جب وہ ایک جنگ سے پیچھے رہ جاتے ہیں تو اللہ سے وعدہ کرتے ہیں کہ آئندہ موقع ملا تو ایسا لڑونگا کہ حق ادا کردوں نگا اور پھر قدرت نے بھی ان کے عہد کی تکمیل اُحد کے میدان میں دیکھی۔ کہتے تھے کہ اُحد کے دامن سے جنت کی خوشبو آرہی ہے۔ اور ایسا لڑے کہ جسم پر اتنے نشان پڑ گئے کہ کوئی حصہ خالی نہ بچا حتیٰ کہ شہادت کے بعد انکی بہن نے انگلی سے پہچانا اور پھر اللہ نے انکے اس طرح ایفائے عہد کو دیکھتے ہوئے قرآن میں بھی نازل فرمادیا کہ:

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾

(سورۃ احزاب: ۲۳)

''مومنین میں ایسے مرد بھی ہیں جنہوں نے اپنا وعدہ پورا کردیا۔''

اندازہ فرمائیں کہ اللہ نے بھی ایسے عمل والوں کو مرد یعنی کامل ایمان والے اور ہمت و

حوصلے والے قرار دیا ہے۔ اسی طرح معاذ اور معوذ کا لڑکپن (بچپن) میں لڑنا اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا بڑھاپے میں بھی قتال کرنا۔ یہ سب اس بات کے شاہد ہیں کہ ان آیات کریمہ کا مطلب دشمن سے قتال ھے۔ منتیں، سماجتیں کر کے دین سمجھانا نہیں۔

جہاد کا اسلام میں (چوٹی) کوہان کا درجہ ہے۔ اسی سے اسلام بلند ہوا اور ہوگا انشآء اللہ۔ لیکن آج کے تبلیغی اِن آیات کو توڑ موڑ کر تبلیغ تو ثابت کر ہی رہے ہیں، لیکن جو لوگ در حقیقت اِن آیات پر عمل کر رہے ہیں وہ خواہ بوسنیا (Bosnia) ہو، شیشان (Chechnya) ہو، کشمیر (Kashmir) ہو، فلیپائن یا برما (Philipine or Burma) ہو، یا پھر داغستان یا تاجکستان (Dagistan or Tajkistan) ہو، ان بیچارے مظلوم مسلمان مجاہدین کے لئے یہ تبلیغی مدد تو کیا دُعا کرنے کے روادار بھی نہیں۔ بلکہ یوں فرمالیں کہ ان مقامات پر کتنے معصوم شہید ہو رہے ہیں، کتنے بچے قتل ہوئے، کتنی سہاگنوں کے سہاگ اجڑے، کتنی ماؤں کے لال کٹے اور کتنی بہنوں کی عزتیں لوٹی گئیں، اور کس طرح اسلام کی بہو، بیٹیوں اور ماؤں کی عزتوں سے کھیلا جا رہا ہے۔ حالانکہ ایک وقت تھا کہ مدینہ میں یہودیوں نے ایک عورت کا حجاب گرانے (صرف گرانے) کی کوشش کی تھی تو نبی ﷺ نے انکو کہا کہ یا تو مدینہ چھوڑ دو یا پھر قتال (جنگ) کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اسی طرح بیعت رضوان پر صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پا کر جنگ کا فیصلہ کر لیا اور پھر بیعت ہوئی۔

لیکن آج مسلمان کا خون ٹھنڈا ہے، وہ اتنا ظلم دیکھ کر بھی اپنی ایمانی غیرت میں نہیں آتا۔ اگر ایسی تبلیغ سے غیرت ایمانی ہی کھو جاتی ہے تو کیا فائدہ؟ اسی تعلق سے ان تبلیغی بھائیوں کا وہ واقعہ ذہن میں رکھیں کہ جب افغانستان میں جہاد گرم تھا تو یہ لوگ چلّے نکالنے کی دعوت لیکر وہاں مجاہدین کے پاس پہنچ گئے، تو اسپر کمانڈروں نے (اللہ کے فضل اور اسکی دی ہوئی جرأت

ایمانی سے) جواب دیا کہ ٹھیک ہے، آپ کے ساتھ ہم اس شرط پر مجاہدین کو بھیج سکتے ہیں کہ آپ میں سے جو تبلیغی بھائی ایمان میں مکمل ہو چکے ہیں انکو آپ یہاں مجاہدین کی جگہ چھوڑ دیں اور اتنے مجاہدین لے جائیں تا کہ انکا ایمان بھی مکمل ہو جائے۔ بس یہ سننا تھا کہ انہوں نے جان بچانے کی فکر کی اور ''بچ نکلے''۔

اب آپ خود فیصلہ کرلیں کہ حق پر کون ہے؟ کیا اِن لوگوں نے قرآن میں سورۃ النساء کی یہ آیات نہیں پڑھی:

وَمَالَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ.. ....(سورة النساء : ۷۵)

''بھلا کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اوران ناتوان مَردوں، عورتوں اور ننھے بچوں کے چھٹکارے کیلئے جہاد نہ کرو؟ ۔''

جو یوں دُعائیں مانگ رہے ہیں کہ اے پروردگار! اِن ظالموں کی بستی سے ہمیں نجات دے اور ہمارے لیئے خود اپنے پاس سے حمایتی اور کارساز مقرر کردے اور ہمارے لیئے خاص اپنے پاس سے مددگار بنا۔

اللہ نے اہل ایمان اور بالخصوص ایسے نادانوں مظلوموں کی مدد کیلئے نہ نکلنے والوں کو کہہ دیا ہے کہ تم انکی مدد کیلئے اور کارساز وحمائتی بن کر نکلو۔ اورانہی عقائد اور اعمال میں کمی کے باعث لوگوں کو راہ راست پر لانے میں دشواری ہو رہی ہے۔ جماعت کے لوگ ایک فاسق و فاجر آدمی کو پکڑ کر نمازی بنا دیتے ہیں مگر عقیدے کے لحاظ سے اسکو شرک و بدعت کی دَلدَل میں گرادیتے ہیں۔ حالانکہ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ''اللہ نے بدعتی شخص پر توبہ کے دروازے بند کردئے ہیں''۔ دین میں ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا ٹھکانہ آگ ہے۔

یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ بدعتی شخص پر توبہ کے دروازے

کیوں بند ہیں؟ اسکی وضاحت علماء کرام نے یہ کی ہے کہ چونکہ بدعتی شخص بدعت کو نیک کام سمجھ کر اور ثواب کی نیت سے کرتا ہے۔ لہٰذا جب وہ اسے نیک اور کارِ ثواب سمجھتا ہے اور اسے بدعت ہی تصور نہیں کرتا تو پھر اس سے چھٹکارا پانے کی سوچ ہی نہیں سکتا اسلیئے اسکو توبہ کی توفیق ہی نہیں ہوسکتی جب تک وہ اس کام کو براجان کر حق پر نہ آ جائے۔

محنت کس پر؟:

آپ دیکھیں کہ تبلیغی جماعت کفار کو مسلمان بنانے کے بجائے مسلمانوں کو صوفی بنانے پر انتھک محنت کر رہی ہے۔ اور یہ لوگ بے نمازی کو صرف نمازی ہی نہیں بلکہ اسکے ساتھ ساتھ پکا صوفی بھی بنا دیتے ہیں (صوفی سے مراد عقیدۃ وحدہ الوجود، نظریہ حلول یعنی اولیا اللہ میں اللہ کی روح کا حلول ہو جانا وغیرہ والے لوگ شامل ہیں)۔

دوسری بات یہ کہ جماعت کی ساری محنت فضائل پر ہے، یہاں تک کہ عقائد کے اہم ترین مسائل جو کہ ایک مسلمان کیلیئے بہت ضروری ہیں ان پر ان کی توجہ ہی نہیں جاتی۔ **تحیة المسجد** نہ پڑھتے ہیں اور نہ ہی ترغیب دلاتے ہیں۔ صفوں کو سیدھی رکھنے کا تصور ہی نہیں، جسکا نبی ﷺ ہر نماز میں خیال رکھتے تھے اور آغاز امامت سے پہلے مقتدیوں کی طرف مڑ کر دیکھتے اور جب تک صف سیدھی نہ ہو جاتی نماز شروع نہ کرتے تھے۔ جبکہ یہ لوگ ایسی ثابت شدہ سنتوں کو چھوڑ کر بدعتی اعمال کی ترغیب دلاتے ہیں، جیسے فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعاؤں کا اہتمام والتزام کرنا جو کہ قطعاً سنّت سے ثابت نہیں ہیں، اور جواز کار سنت سے ثابت ہیں وہ نہ ہی خود اپناتے ہیں اور نہ ہی کسی دوسرے کو موقع فراہم کرتے ہیں، بلکہ کرنے والے کے خلاف محاذ آرائی شروع کر دیتے ہیں۔ پھر بھی اسکے برعکس مولانا فرماتے ہیں کہ ''غبار کی حالت ہے پتا نہیں کہ گدھے پر سوار تھے یا گھوڑے پر، غبار کے صاف ہونے پر پتہ چلے گا کہ کیا ہے'' (فضائل اعمال) حالانکہ یہ مثال ان پر بھی اتنی ہی فٹ بیٹھتی ہے جتنی کہ وہ دوسروں پر

منطبق کرتے ہیں۔اور پھر جب انکو مولانا معراج ربانی صاحب نے آئینہ دکھایا جس میں اِنکی اور اِنکی جماعت کی اصل شکل نظر آتی ہے تو پھر انظر شاہ قاسمی سے لیکر مولانا اکبر شریف اور پھر اِنکے ہزاروں اکابرین حتیٰ کہ سلمان ندوی صاحب بھی اسکو ماننے کی بجائے اعلان جنگ کرتے ہیں، یہ انکی تعلیم وتربیت کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہے؟ابھی تو صرف ایک معراج ربانی نے زبان کھولی ہے، جبکہ عنقریب ایسے ہزاروں معراج ربانی پھیلیں گے اور پھر دنیا میں بسنے والے انکی آواز پر ایک ہی آواز میں لبیک کہیں گے تو اس وقت انکا کیا حال ہوگا؟ یہ وقت ہی بتلائے گا۔

تبلیغی جماعت بنانے کا مقصد:

اِدھر مولانا الیاس صاحب بانی جماعت تبلیغ کہتے ہیں کہ میں نے یہ جماعت اسلئے بنائی ہے تاکہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی تعلیم عام ہو۔(ملفوظات مولوی الیاس، صفحہ ۵۸)

اور مولوی الیاس صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ اس کی تحریک شریعت وطریقت اور حقیقت کو علی الوجہ الاتم شامل ہے(ارواح ثلاثہ، صفحہ ۴۳۴-۴۴۰) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تبلیغی جماعت خالص ایک صوفی جماعت ہے جسکا مقصد صوفیاء کے طریقوں کو پروان چڑھانا اور وحدۃ الوجود کو ہر مسلمان کے سینے میں ایسا پیوست کرنا ہے کہ وہ زندگی بھر اس دلدل سے نکل ہی نہ سکے۔اور پھر فرمایا کہ مولانا تھانوی کیلئے ایصال ثواب کیلئے بہت کیا جاوے، تبلیغ میں نکلنے کا ثواب ان کو پہنچاؤ، کثرت سے قرآن ختم کروائے جائیں اور ہر طرح کی چیز سے انکو ثواب پہنچایا جاوے (مکاتب الیاس، صفحہ ۱۳۷) جماعت تبلیغ کا یہ سب پروگرام اپنے صوفی اکابرین کی خوشنودی کے لئے ہے، اسلئے بانی جماعت تبلیغ نے ہر فرد سے اپیل کی ہے کہ اسکا خروج، دعوت وتبلیغ بڑے صوفی حضرت تھانوی صاحب کے ایصال ثواب کے لئے ہونا چاہئے۔

حالانکہ نبی ﷺ نے بھی ایسا حکم صحابہ رضی اللہ عنہم کو نہ دیا تھا اور نہ ہی صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل سے کوئی ایسا ثبوت ملتا ہے۔کیا صحابہ رضی اللہ عنہم نبی ﷺ سے محبت نہ کرتے تھے؟ یا وہ (نعوذ باللہ) اتنی سمجھ نہ رکھتے تھے، یا پھر آج کے لوگ درجات میں اِن سے بڑھ گئے

ہیں؟ حالانکہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے بھی کسی نے ایک دوسرے کیلئے (ایصال ثواب) کا یہ سلسلہ نہ چلایا اور نہ ہی تاکید کی۔

فقہ ءحنفی پر ایک نظر:

آیئے اب ہم انکی فقہ پر ایک نظر ڈالتے چلیں۔ یہاں ہم طوالت کے خوف سے صرف اور صرف نماز کے چند مسائل پر بات کرینگے تو پتہ چلے گا کہ قرآن وحدیث سے کس طرح مخالفت کرتی ہے۔ حالانکہ مسلمان کا قرآن اور صحیح حدیث کے علاوہ اور کوئی ذریعہء نجات نہیں ہے۔ آج کے حنفی اپنے مسلک کے چوٹی کے علماء کے اقوال ماننے کو تیار نہیں جس کا ذکر ہم نے کردیا ہے۔

1) سب سے پہلے (نماز کیلئے) وضو میں جرابوں/موزوں پر مسح کے بارے میں انکا فتویٰ ہے کہ؛ کاٹن، اون اور نائیلون کی جرابوں پر مسح کرنا جائز نہیں، الاّ کہ چمڑے کی جرابیں ہوں، تو جائز ہے۔

حالانکہ حدیث میں یہ کاٹن، چمڑے، اون وغیرہ کی بات ہی نہیں، مطلقاً حدیث ہے کہ نبی ﷺ سے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے:

((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَوَضَّأَ وَ مَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ وَالنَّعْلَيْنِ)) (ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد)

''نبی ﷺ نے وضوء کیا اور جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا۔''

امام ابوحنیفہؒ شروع میں جرابون پر مسح کے قائل نہیں تھے، مگر بعد میں انہوں نے اپنے پرانے فتوی سے رجوع کرلیا تھا اور جرابون پر مسح کے قائل ہوگئے تھے (دیکھیئے حاشیہ ہدایہ از مولانا ابوالحسنات عبدالحئ لکھنوی حنفی واللباب شرح قدوری) انکے دونوں شاگردوں امام ابو یوسف اور امام محمد کا فتویٰ بھی جرابوں پر مسح کے جواز کا ہی ہے (ہدایہ ۱/۴۴ مجتبائی) اب یہ انکار

کیسا؟

1) نماز میں ہاتھوں کو کہاں رکھا جائے:

ہاتھوں کو سینے پر رکھنا چاہیئے ۔ (اَئینل ہدایہ، صفحہ ۳۵۰)

2) اسی طرح یہ لوگ حدیث پیش کرتے ہیں کہ گردن پر مسح کرنے والا قیامت میں جہنم کے طوق (گلے میں پہنایا جانے والا) سے بچ سکے گا۔

حالانکہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور کسی بھی حدیث میں (جو کہ صحیح ہو) یہ بات صراحتاً موجود نہیں ہے، اگر کوئی صحیح حدیث ہے تو لائیں ہم بھی دیکھیں گے۔

3) اسی طرح نمازوں کے صحیح اوقات مین بھی لحاظ نہیں رکھا گیا۔ آجکل جو مروجہ وقت ہمارے ممالک میں ہے وہ بتانے کی ضرورت نہیں، البتہ صحیح احادیث کی روشنی میں اصل وقت لکھ دیتے ہیں تا کہ کوئی تشنگی باقی نہ رہے۔ عائیشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

((کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ یُصَلِّی الْفَجْرَ فَتَشْھَدُ مَعَهٗ نِسَاءٌ مِّنَ الْمُؤْمِنَاتِ مُتَلَفِّعَاتٌ بِمُرُوْطِهِنَّ ثُمَّ یَرْجِعْنَ اِلٰی بُیُوْتِهِنَّ مَا یَعْرِفُهُنَّ اَحَدٌ مِنَ الْغَلَسِ)) (متفق علیه، باب المواقیت)

”فجر کی نماز پڑھتے تو عورتیں بھی اپنی چادروں میں لپٹ کر آپ ﷺ کے ساتھ نماز میں شامل ہو جاتیں، پھر (سلام کے بعد) اپنے گھروں کو لوٹ جاتیں اور اندھیرے کی وجہ سے کوئی شخص انکو پہچان نہیں سکتا تھا۔“

حضرت ابوالمنہال سیار بن سلامہ کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ ابو برزہ رضی اللہ عنہ اسلمی کے پاس حاضر ہوا تو میرے والد نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ فرض نماز کس وقت پڑھتے تھے، بولے: دوپہر کی نماز جس کو تم لوگ اولیٰ کہتے ہو اسوقت پڑھتے جب سورج ڈھل جاتا، اور عصر کی نماز اسوقت پڑھتے کہ ہم سے کوئی شخص نماز کے بعد مدینہ منورہ کے سب سے دور حصے میں اپنے گھر پہنچتا تو ابھی سورج زندہ ہوتا تھا اور مغرب کی نماز کا وقت میں

بھول گیا ہوں (جبکہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی روایت کردہ حدیث میں مغرب کا وقت غروبِ آفتاب بیان کیا ہے (متفق علیہ، باب المواقیت)) اور عشاء کی نماز جسے تم لوگ ''عَتَمَہ'' کہتے ہو دیر سے پڑھنا پسند فرماتے تھے۔ اور آپ ﷺ عشاء کی نماز سے پہلے نہ سوتے اور اسکے بعد باتیں کرنا ناپسند فرماتے تھے۔ اور صبح کی نماز سے اس وقت پھرتے تھے جب آدمی اپنے ساتھ بیٹھنے والے کو بہ مشکل پہچان سکتا تھا۔ اور آپ ﷺ نماز میں ساٹھ سے سو آیات تک پڑھتے تھے (متفق علیہ، باب المواقیت) یعنی فجر منہ اندھیرے پڑھ لیتے تھے۔ اور 100 آیات پڑھنے میں کتنی دیر لگتی ہے۔ جبکہ یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے اور آجکل تو آیات بھی مشکل سے ۱۰ ہی پڑھتے ہیں اور باہر نکلنے پر ساتھی کو تو کیا پورے محلے کو باآسانی دیکھا جا سکتا ہے۔ یہی حال باقی نمازوں کا بھی ہے۔ آپ تجزیہ کر لیں۔

4) اسی طرح اذان اور اِقامت کا بیان ہے۔

ہمارے ہاں اذان و اِقامت میں کوئی فرق ہی نہیں چھوڑا گیا جبکہ صحیح احادیث کی روشنی میں اذان میں کلمات دوہرے اور اقامت میں اکہرے ثابت ہیں۔ اذان کو خواب میں سننے والے صحابی حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی روائیت کے مطابق اقامت کے صحیح الفاظ یہ ہیں؛

((اللہ اکبر اللہ اکبر، اشہد ان لا الٰہ الااللہ، اشہد انّ محمداً رسول اللہ، حیّ علیٰ الصلوٰۃ، حیّ علیٰ الفلاح قد قامت الصلوٰۃ، قد قامت الصلوٰۃ، اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ))

(صحیح مسلم اذان و اقامت کا باب)

اور اسی طرح انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ اذان دوہری اور اِقامت اکہری کہیں۔

5) انہی مسائل میں سے ایک مسئلہ نماز کے آغاز میں نیت کا بھی ہے۔ جسکے لئے یہ لوگ بڑی شد ومدّ سے فتوے دیتے ہیں کہ ہر نماز کے آغاز میں نیت زبان سے ادا کرنا ضروری ہے کہ فلاں

وقت کی نماز، اتنی رکعتیں منہ قبلہ شریف، پیچھے امام کے وغیرہ وغیرہ....لیکن یہ سب نبی ﷺ سے ثابت ہی نہیں ہے اور نہ ہی اسپر کوئی حدیث ملتی ہے۔اور تمام محدثین نے بھی لکھا ہے (شروح حدیث میں) کہ نیت دل کے ارادے کا نام ہے اور صرف دل سے ارادہ کرلینا ہی کافی ہے۔ بلکہ صاف لکھدیا ہے کہ زبان سے نیت قطعاً بدعت ہے۔اور اگر اس پر بھی یہ لوگ نہ مانیں اور زبان سے نیت ضروری قرار دیں تو پھر اسے ہٹ دھرمی کے علاوہ کیا کہا جاسکتا ہے؟

اور پھر قرآن کی یہ آیت بھی اس پر دلالت کرتی ہے جس میں ارشاد ہے: کہہ دیجئے کیا تم اللہ کو اپنی دینداری سے آگاہ کررہے ہو اللہ ہر اس چیز سے جو زمین وآسمان میں ہے بخوبی آگاہ ہے اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے (سورۃ الحجرات، آیت ۱۶) اور اسی آیت پر فتویٰ ہے سعودی عرب کے مفتیان کرام کا بھی۔

6) ہمارے ہاں ان لوگوں نے **ننگے سر نماز پڑھنے کو** ایک جرم عظیم بنا کر رکھا ہے۔جیسے ننگے سر نماز پڑھنا کبیرہ گناہ ہو۔حالانکہ نماز کے لئے سر کے ڈھانپنے کو بھی صحیح حدیث میں ضروری نہیں قرار دیا گیا۔اگر ایسی کوئی حدیث ہے تو آجتک یہ لوگ وہ حدیث دکھا کر ثابت کیوں نہیں کر سکے۔اللہ انکو سمجھ کی توفیق دے۔آمین۔ بلکہ ان کے اس رویہ سے کئی لوگ نماز سے ہی متنفر ہو جاتے ہیں اور پھر اگر کوئی بیچارہ بغیر ٹوپی نماز شروع کردے تو پیچھے سے میلی کچلی اور تیل سے بھری ہوئی ٹوپی کوئی نہ کوئی اسکے سر پر رکھ کر صدقہ جاریہ میں حصہ ضرور ڈال لیتا ہے۔چاہے اس بے چارے کی توجہ نماز سے ہٹ جائے یا ٹوپی سے بدبو آتی رہے مگر اسکی انہیں کوئی پرواہ نہیں۔اور پھر ٹوپی کی آڑ میں اصل سنت یعنی عمامہ کا تصور ختم ہوتا جارہا ہے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ آجکل مساجد میں باقاعدہ ٹوپیوں کا اہتمام ہوتا ہے اور داخلے کی جگہ کے قریب ہی بہت سی ٹوپیاں رکھی ہوئی ہوتی ہیں تاکہ ہر ننگے سر آنے والا اس ذخیرہ سے مستفید ہوسکے۔لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ اگر ننگے سر کو نماز میں ڈھانپنا اتنا ہی ضروری ہے (جو کہ واجب نہیں) تو پھر اس سے بڑھ کر ضروری چیز داڑھی ہے، جو کہ مسنون بھی ہے اور واجب بھی، کیونکہ اسکو رکھنے کا حکم ہے منڈوانے

والے کو فاسق قرار دیا جاتا ہے۔ تو کیا ہمیں مساجد میں ایسے لوگوں کے لئے عارضی داڑھیاں بھی رکھنی ہونگی تا کہ نماز میں تو کم از کم چہرہ مسنون ہو جائے اور بندہ حکم نبوی ﷺ کے مطابق عامل بھی بن جائے؟

7. نماز کے آغاز میں جن باتوں کا اہتمام کیا جانا چاہئے انہیں میں سے ایک **صفوں کو سیدھا کرنا** بھی ہے۔ جسکی طرف ہمارے یہ بھائی کبھی توجہ نہیں دیتے اور نہ ہی کبھی ترغیب دلائی ہے۔ اسکا مشاہدہ آپ مساجد میں خود کر سکتے ہیں، ہمیں تفصیلات بتانے کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ نماز سے قبل صف بندی پر خود نبی ﷺ بہت زیادہ توجہ دیا کرتے تھے، چنانچہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"اپنی صفوں کو سیدھا کرو، کیونکہ صفوں کی درستگی نماز کی تکمیل کا حصہ ہے۔"
(بخاری و مسلم)

دوسری حدیث جو کہ حضرت انسؓ سے ہی مروی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا:

"اپنی صفیں سیدھی رکھا کرو، میں تمہیں اپنی پشت سے دیکھتا ہوں" چنانچہ ہم میں سے ہر شخص اپنا کندھا ساتھ والے نمازی کے ساتھ اور قدم اسکے قدم سے ملا کر کھڑا ہوتا۔" (بخاری)

وضاحت: نبی ﷺ کا پشت سے دیکھنا معجزہ ہے۔

8. اسی طرح **تحیہ المسجد** کا معاملہ بھی ہے۔ اسکا حکم نبی ﷺ سے ثابت ہے اور پوری صراحت کے ساتھ ہے۔ کسی بھی ہیر پھیر کے بغیر بڑی صاف ھدایات موجود ہیں۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"جب کوئی آدمی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے قبل دو رکعت نماز ادا کرے"۔ (بخاری و مسلم)

اور ایک حدیث میں ا ن الفاظ سے بھی اضافہ ہے کہ ''چاہے امام خطبہ دے رہا ہو''

اب ان احادیث کے واضح احکام کے بعد آپ اندازہ فرمالیں کہ ہمارے ہاں اول تو یہ لوگ تحیۃ المسجد کے قائل ہی نہیں اور اگر کوئی پڑھتا ہے تو دوران جمعہ تو بیچارے کو پڑھنے نہیں دیتے حالانکہ صحیح حدیث ہم نے بیان کردی ہے۔ اللہ انہیں سمجھ اور عمل کی توفیق سے نوازے۔ آمین۔

9. نماز کے مسائل سے متعلق ایک اور اہم بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے **عورتوں کا طریقہ نماز الگ** وضع کررکھا ہے۔ یعنی عورتیں شرم وحیاء کی وجہ سے بچھ کر اور سمٹ کر نماز ادا کریں، حالانکہ واضح حدیث رسول اللہ ﷺ ہے:

((صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِي أُصَلِّي)) (بخاری)

''اسطرح نماز پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے دیکھتے ہو''۔

آپ نے دیکھا کہ اس حدیث میں مرد اور عورت کی تخصیص نہیں ہے، کہ مرد یا عورتیں کیسے پڑھیں بلکہ مطلقاً حکم ہے۔ اور پھر بات شرم وحیا کی ہوتی تو نبی ﷺ عورتوں کے لئے خود علیحدہ سے حکم دے سکتے تھے کیونکہ آپ ﷺ تو خود باکرہ (کنواری) لڑکی سے بھی زیادہ شرم وحیا والے تھے۔ اور انبیاؑ حق بات چھپاتے بھی نہیں۔

10. اسی طرح نبی ﷺ نے نماز کے دوران چند امور کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اِن کی **مشابہت جانوروں سے ہے**، اور ان سے بچنے کا حکم دیا ہے جو کہ درج ذیل ہے؛

١. استیطان الابل (باڑے میں اونٹ کی طرح اپنی جگہ باڑے میں مخصوص کرلینا)

٢. افتراش الکلب (کتے کی طرح زمین پر بچھ جانا، یعنی کہنیاں اور پیٹ زمین سے لگانا)

٣. التفات الثعلب (لومڑی کی طرح ادھر اُدھر جھانکا کرنا)

٤. نقرہ الدیک اونقرہ الغراب (کوے یا مرغ کی طرح ٹھونگے مارنا یعنی جلدی جلدی سجدے

کرنا)
۵.گدھے کی طرح دوران رکوع سر جھکا دینا۔
٦.گھوڑے کی طرح دوران رکوع سر اٹھا دینا۔
اب اس تفصیل کو مدِ نظر رکھ کر فیصلہ کرلیں کہ کیا عورت بچھ اور سمٹ کر نماز پڑھنے کی کوشش میں ہاتھ اور کہنیاں زمین سے نہ لگائے گی؟ اور رانیں پیٹ سے نہ لگیں گے؟ کیا یہ جانوروں سے مشابہت کا عمل نہیں ہے؟ اب بھی وقت ہے ہمارے ہاں برصغیر پاک و ہند کی خواتین اپنی نمازیں درست کرلیں۔ قدرت دوبارہ موقع دے یا نہ دے کسے پتہ!

11.کچھ اسی طرح کا معاملہ نماز فجر کی سنتوں کے ساتھ ہے۔ اکثر ان لوگوں میں دیکھا جاتا ہے کہ بے شک جماعت کھڑی ہو چکی ہو لیکن پھر بھی یہ لوگ پیچھے آ کر علیحدہ کھڑے ہو کر سنتیں پڑھنا شروع کر دیتے ہیں جبکہ یہ عمل حدیث پاک کے خلاف ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ ''جب اقامت کہہ دی جائے تو جس نماز کی اقامت کہی گئی ہو اس کے علاوہ دوسری نماز نہیں ہوتی''۔ (مسلم شریف)

مگر ہمارے یہ بھائی مانتے ہی نہیں اور جماعت کے دوران ہی مرغ اور کوے کی طرح ٹھونگے مار مار کر دو رکعتیں پڑھ لیتے ہیں۔ جبکہ یہ لوگ جلدی اس لئے کرتے ہیں کہ ایک ضعیف روائیت کے مطابق فجر کے بعد سے لے کر طلوع آفتاب تک کوئی دوسری نماز نہیں ہوتی۔ تو اسکے لئے یہ تو ضروری نہیں کہ ایسے وقت میں نماز ادا کی جائے جب وہ قبول ہی نہ ہو۔ اور اگر پھر ہمت ہے تو طلوع آفتاب تک انتظار کرلیں اور پھر سنتیں ادا کرلیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب مشکلات ہم نے خود اپنے لیئے پیدا کر رکھی ہیں جبکہ دوسری جگہ پر نبی ﷺ نے اسکا سادہ سا حل بتایا ہے۔

حضرت قیس بن عمرؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے صبح کی نماز کے بعد ایک آدمی کو دو رکعتیں پڑھتے دیکھا تو فرمایا کیا صبح کی نماز دو دو رکعت ہے؟ اس آدمی نے عرض کیا کہ میں نے

فرض نماز سے پہلے کی دو رکعتیں (سنتیں) نہیں پڑھی تھیں لہٰذا اب وہ پڑھی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ یہ جواب سن کر خاموش ہو گئے (یعنی اس کی اجازت دے دی) (ابوداؤد و ترمذی)

وضاحت: صحابی کے کسی فعل پر نبی ﷺ کا خاموش رہنا محدثین کے نزدیک انکی اصطلاح میں "سنت تقریری" کہلاتا ہے۔اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے، کیونکہ ہم اگر کچھ عرض کریں گے تو شکائت ہوگی۔

12.اور پھر امام کے پیچھے مقتدی کے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بھی یہ لوگ قائل نہیں ہیں بلکہ منع کرتے ہیں، اور اس کی دلیل قرآن کی آئیتکو بتاتے ہیں کہ جب قرآن پڑھا جائے تو خاموشی سے سنو.......جبکہ یہ آئیت کریمہ جس پر نازل ہوئی (یعنی نبی ﷺ پر) خود انہوں نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی اسکے علاوہ کوئی جتنا زیادہ پڑھنا چاہے پڑھے (یعنی زیادہ قرآن کی تلاوت کرنا چاہے، لیکن قبولیت نماز کے لئے سورۃ فاتحہ شرط ہے)۔

حضرت عبادہ بن صابتؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کے پیچھے ہم نماز فجر پڑھ رہے تھے، رسول اللہ ﷺ نے قرأت فرمائی تو آپ ﷺ نے دقت محسوس کی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ نے پوچھا شاید تم لوگ امام کے پیچھے قرأت کرتے ہو؟ ہم نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ ! حضور اکرم ﷺ نے فرمایا؛"سورۃ فاتحہکے علاوہ کچھ نہ پڑھو کیونکہ سورۃ فاتحہکے بغیر نماز نہیں ہوتی" (ابوداؤد و ترمذی)

نوٹ: ترمذی نے اسے حسن درجہ کی حدیث قرار دیا ہے۔

ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں؛ حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:
"جس نے نماز میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی اسکی نماز ناقص ہے" اور آپ نے یہ بات تین بار دہرائی اور پھر فرمایا نماز نامکمل ہے۔ ابوھریرہؓ سے عرض کیا گیا کہ ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں (انہی لوگوں کی طرح ذہن میں سوال آیا تو پوچھ لیا) ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ دل میں پڑھ لیا کرو (کیونکہ

خود انکو نبی ﷺ نے جماعت میں پڑھنے کی اجازت دے رکھی تھی اب وہ خود کیسے منع کر سکتے ہیں)(صحیح مسلم)

اب آپ احادیث صحیحہ پڑھتے جائیں اوران لوگوں کا عمل سامنے رکھتے ہوئے فیصلہ کریں کہ کون کیا ہے۔ امام محمدؒ امام ابوحنیفہ کہ شاگرد رشید اس بات کے قائل تھے کہ مقتدی کو چاہیئے کے وہ سرّ ی نمازوں میں (ظہر اور عصر) میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھے۔ اسکا ذکر حنفی مسلک کے فقی کتابوں جیسے ہدایہ، اور موجتبہ شارئے قدّ وری وغیرہ ۔ بہت سارے علماء احناف ان میں علامہ عبدالحی حنفی کا قول یہ ہے کہ جہری نمازوں میں (فجر، مغرب اور عشاء) جب امام سکتہ کرے اس وقت مقتدی کا سورۃ فاتحہ پڑھنا انکار نہیں کیا جا سکتا (شارئے وقعیا عمدۃ الاتر عیاء، صفحہ ۴۱)

عطا بن ابی رافعؒ جو ایک تابعی جو امام ابوحنیفہ کے استاد تھے ان کا قول ہے کہ صحابہؓ ساری نمازوں میں سورۃ فاتحہ پڑھا کرتے تھے (غیض الغمام، صفحہ ۱۵۷)

13. کچھ ایسا ہی معاملہ ہر فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا بھی ہے۔ یہ رواج صرف بر صغیر پاک و ہند میں ہی ہے اور یہ صریحاً بدعت ہے۔ آج تک یہ لوگ اسطرح سے اجتماعی دعا پر کوئی حدیث پیش نہیں کر سکے جو کہ انکی ہٹ دھرمی اور ضد کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اسی طرح فرض نماز کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر بھی چند لوگ کچھ دعا پڑھتے پائے گئے ہیں۔ ان کا یہ عمل بھی بدعت ہے اور کسی حدیث سے قطعاً ثابت نہیں ہے۔ دراصل جو ذکر و اذکار احادیث میں وارد ہیں اِن سے دور بھاگ کر اِدھر اُدھر ٹامک ٹوئیاں مارنا انکی عادت سی بن گئی ہے۔ کسی کو نماز سے سلام پھیرنے کے فوراً بعد دائیں بائیں لوگوں سے مصافحہ کرتے بھی دیکھا گیا ہے، جو کہ ایک غیر ثابت شدہ عمل ہے۔

14. اب ہم آتے ہیں **نماز کے دوران آمین بالجہر** (اونچی آواز سے) کہنے کی طرف جس پر لوگ بہت زیادہ مخالفت کرتے ہیں اور مسجد سے نکال دینے پر تُل جاتے ہیں۔ حالانکہ اس

بارے میں صحیح موقف کیا ہے؟ یہ حدیث کی روشنی میں خود بخود کھل جائے گا۔ چنانچہ حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا "جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو، جسکی آمین (کی آواز) فرشتوں کی آمین کے ساتھ مل جائے (موافق ہو جائے) اسکے گزشتہ (صغیرہ) گناہ بخش دئے جاتے ہیں" (بخاری)

اسی طرح وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ "نبی اکرم ﷺ جب **ولا الضالین** کہتے تو ہم اونچی آواز سے آمین کہتے" (ابوداؤد)

الفاظ ہیں: **وَ رَفَعَ بِهاَ صَوْتَهُ** ، یعنی: اور بلند آواز سے،

یہاں آپ غور سے دیکھیں تو حقیقت کھل جاتی ہے۔ اور پھر اسی طرح دوسری احادیث بھی ملتی ہیں حتیٰ کہ نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ یہودیوں کو ہم سے جن باتوں میں چڑ آتی ہے وہ یہ ہیں کہ اللہ نے ہمیں ہفتہ کے بدلے میں جمعہ عطا فرمایا، پھر تبدیلی قبلہ، پھر فرمایا کہ ہمارے ایک دوسرے کو سلام کہنے اور آمین کہنے سے یہودیوں کو چڑ ہے۔ اب آپ خود ہی اندازہ فرمالیں کہ ہمارے بھائی اونچی آمین کہنے والوں کی کتنی مخالفت کرتے ہیں وہ یہ کیوں کرتے ہیں وہ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ کہیں یہودیوں سے مشابہت میں نہ پکڑے جائیں!

آمین بالجہر ایک ثابت شدہ عمل جو بہت سارے صحابہؓ کی کڑیوں سے بیان کیا گیا۔ (ابن ماجہ، ابوداؤد، نسائی، جامع ترمذی اور صحیح حبان) ابن حمان فتح القدیر اور ان کے شاگرد رشید امیر حج شرایہ منیت المسالی۔ آمین بالجہر کے ثابت ہونے کی تائید کی ہے اور کہا کہ بہت ساری تحقیقات کے بعد ہم متفقہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ آمین آہستہ کہنے والی حدیث ضعیف ہے۔ عبدالحی حنفی لکھنوی۔ شارع وِقایہ جلد ۱، صفحہ ۱۹۷۔

15. اسکے بعد ہم آپ کو **رفع الیدین** (یعنی دوران نماز دونوں ہاتھوں کا کندھوں کے برابر اٹھانا، رکوع سے پہلے، بعد اور دوسری رکعت کے تشہد سے اٹھتے وقت) کی حقیقت سے بھی آگاہ کر جاتے ہیں۔ آجکل رفع الیدین کرنے والوں کو بھی یہ لوگ وہابی کے نام سے پکارتے

ہیں اور اس سنت کے عامل کو ہر طرح سے ناپسند کرتے ہیں۔ اور اسی چکر میں کئی من گھڑت واقعات بھی سامنے آئے جن میں سے سب سے مشہور واقعہ یہ ہے کہ؛ صحابہ کرام اپنی بغلوں میں (نعوذ باللہ) بُت رکھ کر آتے تھے تو نبی ﷺ نے رفع الیدین کا طریقہ شروع کیا تھا تا کہ ہاتھ اٹھانے سے بت گر جائیں اور معلوم ہو کہ کس کس نے بت رکھے ہوئے تھے۔ حالانکہ یہ واقعہ عقلی طور پر دیکھنے سے ہی غلط ثابت ہو جاتا ہے۔

۱) کیا صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمان اسطرح کے تھے کہ وہ اللہ پر ایمان لانے کے بعد بھی بغلوں میں بت لے کر آتے تھے؟ اگر (نعوذ باللہ) بات ایسی ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو ویسے ہی آگاہ نہ کر دیتا؟ اور پھر قرآن میں انہی صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں ''**رضی اللہ عنھم و رضوا عنھم**'' کیوں آیا؟

اور پھر یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایمانوں پر کھلا ڈاکہ نہیں تو اور کیا ہے؟ اس طرح کی باتیں شیعوں کے سوائے اور کون کر سکتا ہے؟ (سورۃ البینہ)

۲) اور اگر صحابہ رضی اللہ عنہم بت لاتے تو پہلی تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانے سے ہی گر جاتے تو بار بار (یعنی رکوع سے پہلے اور بعد میں اور پھر تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے وقت) رفع الیدین کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

۳) اگر یہ عارضی فعل نبوی ﷺ تھا تو پھر خود نبی ﷺ اسے آخری عمر تک کیوں کرتے رہے

۴) پیچھے حدیث گزر چکی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں (نماز میں) پشت سے دیکھتا ہوں۔ اس کے پیش نظر تو نبی ﷺ کو ہر ایک کی حرکت ویسے ہی معلوم ہو جاتی تھی تو پھر رفع الیدین کروانے کی کیا ضرورت تھی؟ اسی طرح یہ لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بغیر سوچے سمجھے الزامات لگا دیتے ہیں حالانکہ وہ ایمان اور عمل میں ہم سب سے بہت بڑھکر تھے۔

بالکل اسی طرح **آمین بالجہر کی صحیح احادیث** پر کوئی جواب نہ بن پائے تو کہہ دیتے ہیں

کہ نماز پڑھتے وقت پیچھے صف سے (نعوذ باللہ) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھاگ جایا کرتے تھے لہٰذا آمین کہنے کی رسم ڈالی تاکہ معلوم ہو کہ کتنے نمازی باقی ہیں۔ ذرا اندازہ فرمائیں کہ ایک تو صحابہ رضی اللہ عنہم پر انتہائی جرأت سے حملہ اور پھر نبی ﷺ کی اس ''پشت سے دیکھنے'' والی حدیث کو کہاں فٹ کریں گے۔ بس اپنے آپ کو صحیح ثابت کرنے کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، حتیٰ کہ نبی ﷺ کو بھی نہ چھوڑا گیا۔ ایسے میں ہم صرف انکے لئے ہدایت کی دعا کریں گے۔

اب اثبات رفع الیدین کا ثبوت حدیث نبوی ﷺ کے آئینہ میں ملاحظہ فرمائیں؛

حضرت نافع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے اور جب (رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے) **سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه** کہتے تو پھر دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب (تین چار رکعتوں والی نماز میں) دو رکعت کے بعد اٹھتے تب بھی دونوں ہاتھ اٹھاتے اور فرماتے کہ نبی اکرم ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے (بخاری)

__نوٹ:__ اسی موضوع کی اور بہت سی احادیث ہیں لیکن یہاں طوالت کے ڈر سے نہیں لکھ رہے ہیں، ویسے بھی بخاری کی صرف ایک حدیث ہی کافی ہے۔ اور حوالہ جات کے لئے کوشش کی ہے کہ زیادہ سے زیادہ بخاری و مسلم کی احادیث ہی پیش ہوں، کیونکہ ان دونوں کتابوں کو دنیا بھر کے مسلمان قرآن کریم کے بعد صحیح ترین کتب مانتے ہیں۔ انکی حدیث کے بعد کوئی اور دلیل سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ جاننا چاہیئے کہ رفع الیدین رکوع سے پہلے اور بعد ایک ثابت شدہ عمل ہے اور یہ عمل منسوخ نہیں ہوا ہے (انور شاہ کاشمیری اور امار بدر عالم میرٹھی۔ فیض الباری، جلد۲۔ صفحہ ۲۲۵، العرف شاذی، صفحہ ۱۲۵)

16. صحیح روایت میں ہے کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے

ساتھ نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے سینے پر دایاں ہاتھ بائیں کے اوپر رکھا (ابن خذیمہ)

اب اس اور اس جیسی دوسری احادیث کی روشنی میں ناف پر یا ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے کا جواز کیسے بنتا ہے فیصلہ آپکے ہاتھ میں ہے۔

17. حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا، آپ ﷺ جب نماز کی طاق رکعتوں (یعنی پہلی اور تیسری) میں ہوتے تو (دوسرے سجدے کے بعد) تھوڑی دیر بیٹھتے (یعنی جلسۂ استراحت کرتے) پھر قیام کے لئے کھڑے ہوتے (بخاری)۔

لیکن ہمارے یہ بھائی نہ ہی ایسا کرتے ہیں نہ ہی کرنے کی ترغیب دلاتے ہیں۔ اب آپ ہی بتائیں کہ ہم انہیں خوش رکھیں یا نبی ﷺ کی سنت پر عمل کریں؟

18. ہمارے یہاں **دوران تشہد انگلی اٹھانے یا ہلانے** کو بہت ہی قبیح فعل سمجھا جاتا ہے، جسکی مخالفت کرنے میں ہمارے بھائی پیش پیش رہتے ہیں۔ جبکہ اسکی حقیقت ہم دو احادیث سے واضح کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں عمل کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔

۱) عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب التحیات میں بیٹھتے تو دایاں ہاتھ دائیں گھٹنے پر اور بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھتے اور اپنے انگوٹھے کو اپنی درمیانی انگلی پر رکھ کر حلقہ بناتے ہوئے شہادت کی انگلی اوپر اٹھاتے (مسلم شریف)

<u>وضاحت</u>: احادیث میں انگشت شہادت کلمۂ شہادت کے وقت اٹھانے کو کوئی صراحت نہیں لہٰذا تشہد سے لے کر آخر تشہد مسلسل اٹھائی جائے اصل سنّت یہی ہے۔

۲) حضرت نافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''انگشت شہادت اٹھانا شیطان کو تلوار یا نیزہ مارنے سے زیادہ سخت ہے'' (مسند احمد)

اب فیصلہ ہمیں کرنا ہے کہ شیطان کو تلوار ماریں یا دوستی لگائیں!

19. چلتے چلتے ذرا **نماز پنجگانہ اور جمعہ کی رکعتوں کی تعداد** کا جائزہ لیتے چلیں۔ یہ کچھ اس طرح سے ہونگی۔

نماز	فرائض	فرائض سے قبل سنت مؤکدہ	فرائض کے بعد سنت مؤکدہ
فجر	2	2	-
ظہر	4	4	2
عصر	4	-	-
مغرب	3	-	2
عشاء	4	-	2
جمعہ	2	-	2+2 مسجد میں اور صرف 2 گھر میں جو کہ افضل ہے۔

اب ان لوگوں نے جو عشاء کی سترہ رکعتیں پکی کر رکھی ہیں اور اسی طرح دوسری نمازیں ہیں جن کا حال آپکے سامنے ہے۔ اور بالخصوص جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے ساتھ احتیاطی ظہر پڑھنے کا جو رواج ہے اسکی کیا حقیقت ہے؟ یہ کہتے ہیں کہ اگر جمعہ قبول نہ ہوا تو ظہر تو قبول ہوگی۔ اب اِن سے کون پوچھے کہ بھـــئی اگر ظہر یا اسی طرح دوسری نمازیں قبول نہ ہوئیں تو پھر کیا کرو گے؟ مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جاؤ گے؟

20. اب ہم **وتر کی نماز** کی طرف آتے ہیں۔ وتر کی نماز دراصل تہجد کی نماز کا حصہ ہے۔ لیکن امت کی آسانی کیلیۓ اسے عشا کے ساتھ پڑھنے کی اجازت نبی ﷺ نے مرحمت فرمائی ہے۔

اب رہا یہ معاملہ کہ وتر کس طرح ادا کیۓ جائیں۔ تو جو طریقہ ہمارے ہاں مروجہ ہے کہ مغرب کی طرح تین رکعتیں ادا کر لی جائیں، صرف تیسری رکعت میں ہاتھ اٹھا کر (رفع

الیدین) فرق لیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ طریقہ کسی بھی صحیح حدیث میں نہیں ہے۔ جبکہ حدیث میں تو ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین وتر (نماز مغرب کی طرح) نہ پڑھو، بلکہ پانچ یا سات پڑھ لو (نماز مغرب کی طرح دو تشہد اور ایک سلام سے تین وتر پڑھ کر) مغرب کی نماز سے مشابہت نہ کرو (دار قطنی)

شائد اسی حدیث کے پیش نظر یہ لوگ تیسری رکعت میں ہاتھ اٹھا کر فرق (مغرب اور وتر کے درمیان) پیدا کر لیتے ہیں۔ حالانکہ فرق پیدا کرنے کے لئے اِس خودساختہ طریقے کو چھوڑ کر سنّت پر عمل کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ تا کہ ثواب بھی ہو اور اطاعت بھی، نہ کہ بدعت کو اپنانے کا گناہ ملے۔ وہ طریقہ یوں ہے کہ:

۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز عشاء کے بعد فجر سے قبل گیارہ رکعت ادا فرمایا کرتے، ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے اور آخر میں ایک رکعت ادا کر کے وتر بنا لیتے (مسلم)

۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب تین وتر پڑھتے تو صرف آخری رکعت میں بیٹھتے (مستدرک حاکم)

۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قیام اللیل میں تیرہ رکعت ادا فرماتے، جن میں پانچ وتر ہوتے۔ اور وتر پڑھتے ہوئے حضور ﷺ صرف آخری رکعت میں ہی تشہد فرماتے (بخاری و مسلم)

مندرجہ بالا احادیث میں وتر ادا کرنے کے دو طریقے آئے ہیں اول یہ کہ وتر (تین ادا کرتے ہیں) پہلی دو رکعتیں علیحدہ کر کے پڑھی جائیں اور آخری رکعت کو اکیلا (وتر) کر کے پڑھا جائے۔

نوٹ: وتر کا لفظی مطلب ہی ایک یعنی طاق ہے۔ اور دوسرے طریقے میں وتروں کی (جتنے بھی

پڑھے جائیں یعنی دو، تین، پانچ، وغیرہ میں) کسی رکعت میں تشہد نہ بیٹھیں (جیسے دوسری اور چوتھی رکعت میں التحیات بیٹھا جاتا ہے) اور صرف آخری رکعت میں (یعنی تیسری، پانچویں وغیرہ) تشہد بیٹھ کر نماز کا اختتام کر دیا جائے۔لیکن ہمارے بھائیوں کو شائد اِن صحیح احادیث سے ثابت شدہ طریقوں کی بجائے دوسرے طریقوں کا علم ہے گو انہیں خود بھی معلوم نہ ہو کہ اِن کا مأخذ کیا ہے۔

21.ہم مسلمان سال میں رمضان المبارک کے مہینہ کے روزے رکھنے کے ساتھ ساتھ تراویح کی سنت بھی ادا کرتے ہیں۔مگر ہمارے ہاں اس عمل کو سنت سمجھ کر تو کیا جاتا ہے مگر سنت طریقے پر نہیں کیا جاتا۔کیونکہ مسنون عدد تراویح تو آٹھ ہی ہے اور ساتھ اسکے وتر خواہ ایک، تین یا پانچ جتنے بھی پڑھ لیں۔

یہاں پر بھی واضح کر دیں کہ نماز تراویح دراصل نماز تہجد ہے،لیکن نبی ﷺ نے (خود جن پر یہ نماز تہجد فرض تھی اور ساری عمر آپ ﷺ ادا کرتے رہے) اُمت کو آسانی دیتے ہوئے اسے عشا کے ساتھ پڑھنے کی اِجازت دے دی۔لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ نبی ﷺ کی سنت کے مطابق احادیث میں جہاں بھی ذکر آیا ہے تو آٹھ تراویح کا ہی آیا ہے۔اس کی ایک مثال تو سابق میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی بخاری و مسلم کی روایت (وتر کے مسئلہ میں) ہم پیش کر چکے ہیں اور دیگر یوں ہیں ؛

ا) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کی رمضان میں رات کی نماز کیسی ہوتی تھی؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جوب دیا کہ رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں رات کی نماز گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔چار رکعت پڑھتے اور اِن کے طول و حسن کا کیا کہنا، پھر چار رکعتیں پڑھتے جن کے طول و حسن کا کیا کہنا، پھر تین رکعت وتر ادا فرماتے۔(بخاری)

اب رہا مسئلہ بیس رکعت تراویح کا تو یہ کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے، اور نہ ہی قید ہے۔ صحیح سنت آٹھ رکعت ہی ہیں۔ لیکن اگر کوئی زیادہ پڑھنا چاہے تو ممانعت نہیں ہے۔ مگر بیس رکعت فکس کر لینا بھی کوئی مسنون فعل نہیں ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بیس تراویح پڑھی جاتی تھیں یہ تو صحیح ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اجتماعی تراویح کی ادائیگی کو پسند فرمایا تھا، مگر بیس رکعت پڑھنے کا حکم بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیا ہو یہ بات آج تک کوئی ثابت نہیں کر سکا کیونکہ یہ بات آپ نے فرمائی ہی نہیں تھی۔ اور یہ کہا جائے کہ بیس رکعت پڑھی جاتی تھیں تو مانا جا سکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایسا ہوتا ہو، لیکن اول یہ کہ آپکا حکم نہ تھا اور دوسرا یہ کہ آپکے علم میں بھی تھا یا نہیں یہ بھی معلوم نہ ہو سکا ہے۔ اور پھر چونکہ نبی ﷺ سے آٹھ رکعتیں ثابت ہیں لہٰذا عمر رضی اللہ عنہ سے اس بات کی امید نہیں کہ وہ سنت کی مخالفت کا حکم دیں گے۔ بلکہ ان کا دو صحابہ کو گیارہ رکعتیں پڑھانے کا حکم دینا صحیح حدیث سے ثابت ہے (موئطا)

تراویح کی بیس رکعتیں:

نبی ﷺ نے زندگی میں صرف **2** مرتبہ یہ نماز پڑھائی، اس کا نام تراویح کی نماز نہیں تھا بلکہ قیام اللیل تھا۔ وہ بھی صرف ۱۱ رکعت پڑھائے تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہ نماز نہیں پڑھائی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب صحابہ ؓ چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں نماز پڑھتے دیکھے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب ؓ سے کہا کہ یہ ایک احسن بدعت ہے، اسے جماعت سے رمضان کے پہلے ۲۰ راتوں میں پڑھنے کا حکم دیا، تا کہ رمضان کے آخری عشرے میں گھروں میں عبادت کر سکیں۔

لیکن ایک رسالہ میں ترجمہ کرتے وقت **20** راتوں کے بجائے **20** رکعتیں لکھ دیا۔ تو اسی پر عمل ہونا شروع ہو گیا۔ لیکن یہ عمل جن کے نام سے شروع ہوا یعنی کہ عمر رضی اللہ عنہ کے

زمانے میں 20 رکعتوں کا حکم دیا گیا یہ سراسر بے بنیاد ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ نماز پڑھی ہو اس کا کہیں بھی ثبوت نہیں ملتا۔

حنفی محدث عبدالحق دہلوی فتح الرسول منّان صفحہ ۲۲۷ میں فرماتے ہیں کہ آج کل پڑھی جانے والی ۲۰ رکعت تراویح کا نبی ﷺ سے کوئی ثابت ثبوت نہیں ملتا۔ ابن عباس ابن شعبہ والا ۲۰ رکعتوں کا قول ضعیف ہے جو حضرت عائشہؓ کی صحیح حدیث سے ٹکراتا ہے۔ اسی طرح علماء احناف کی کتابوں سے صاف ظاہر ہے کہ ۲۰ رکعتوں والی حدیث ضعیف ہے۔ ثبوت کے طور پر درج ذیل حوالہ جات موجود ہیں، تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔

ا مجتہد علامہ کمل ابن الحمام (حنفی) فتحو القدیر، صفحہ ۲۰۵)

۲. ملا علی قاری۔ مرقعات شارے مشقات۔

۳. علامہ ابن ذیلی حنفی نسبر ربع فی تخریج لحدیث الحدایہ، جلد اول، صفحہ ۲۹۳

۴. درے مختار صفحہ ۲۱۶

۵.شرح کنز بی علمہ مصعود مصری صفحہ ۲۶۵

۶.علامہ ابوطیب محمد بن عبدالقادر سندھی مدنی حنفی نقشبندی شارع ترمذی صفحہ ۴۲۳

۷.علامہ انور شاہ کاشمیری فوراسازی، جلد اول، صفحہ ۳۲۹

۸.عنُل ھدٰ یہ، حصہ اول صفحہ ۵۶۳

۹.نور الھدایہ، صفحہ ۱۳۳

۱۰۔ مولانا یوسف کندھالوی۔ امیر تبلیغی جماعت اپنی کتاب حیات صحابہؓ جلد تین صفحہ ۱۶۷/۱۶۵ باب تراویح اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ تراویح صرف آٹھ رکعت ہے، اس پورے باب میں انہوں نے ۲۰ رکعت کا کہیں ذکر ہی نہیں کیا۔

نماز کے بارے میں حنفی مذہب کے فتوے:

۱.کتا نجس العین نہیں، کتے کی کھال دباغت کے بعد پاک ہے(درمختار، جلد۱، صفحہ ۳۸)
۲.ایک چوتھائی سے کم نجاست پہنچنے تک کپڑا پاک ہے۔(درمختار، جلد۱، صفحہ ۵۵)
۳نجاست آلودہ کپڑا جس کی نجاست ایک چوتھائی پہنچنے کے بعد بھی پہن کر نماز پڑھنے سے نماز ہو جائے گی۔یہی حکم بدن کا بھی ہے کچھ کم چوتھائی بدن تک اگر پلیدی لگی ہو تو نماز ہو جائے گی (ہدایہ جلد۱، صفحہ ۷۵)
۴بھیگی ہوئی کھجوروں کے شیرے سے بھی وضو ہو جاتا ہے(درمختار، صفحہ ۲۰)
۵.وضو کے اعضا کو الٹا سلٹا دھونے سے بھی وضو ہو جاتا ہے(درمختار، صفحہ ۲۲)
۶.بجائے اللہ اکبر کہنے کے دوسری کسی زبان میں اس کا ترجمہ کہدے تو درست ہے(درمختار، صفحہ ۷۴)

۷. نماز میں صرف ایک آیت کا یا اس کا ترجمہ پڑھلینے سے بھی نماز ہو جائے گی
۸. رکوع سجود میں اگر تعدیل یعنی اطمینان نہ کرے تو نماز فاصد نہ ہوگی (درمختار، صفحہ ۷۲)۔
۸.سجدے میں پیشانی زمین پر لگ جائے دونوں پاؤں کی کوئی ایک ہی انگلی زمین پر لگ جائے تو کافی ہے(درمختار، صفحہ ۷۰)
۹. قصداً التحیات جتنا بیٹھ کر گوز مار دے(ہوا خارج کردے)تو نماز پوری ہوگی۔(درمختار، صفحہ ۷۱)

22. بزرگوں کے فضائل کے تعلق سے: ایک بات اس سے قبل ابتدا میں گذری ہے کہ قرآن کو کتنے دن میں ختم کرنا چاہیئے لہٰذا اس پر دلیل حاضر خدمت ہے۔
۱)حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''جس نے تین رات سے کم وقت مین قرآن ختم کیا وہ قرآن کو نہیں سمجھا'' (بخاری)

۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نہیں جانتی کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی ایک رات میں مکمل قرآن ختم کیا ہو، نہ ہی نبی ﷺ نے پوری رات قیام میں گذاری ہو، نہ ہی رمضان کے علاوہ کسی مہینے کے پورے روزے رکھے ہوں۔ (مسند احمد۔ ابوداؤد)

اب ایک رات میں شبینہ کروانا اور اولیأ اللہ کا ایک رات میں کئی کئی قرآن پاک کا پڑھنا درست ہے یا نبی ﷺ کا فرمان؟ فیصلہ غیر جانبدار دل ودماغ سے خود کرلیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب بھی کسی قوم نے اپنی طرف بھیجے گئے پیغمبر کی تعلیمات کو جھٹلایا ہے تو پھر وہ ہدائت سپھر جاتی ہے۔

اسی طرح اگر آج ہم نبی ﷺ کی احادیث کو چھوڑ کر اپنی من مانی کرنا شروع کر دیں اور دین میں نئے طریقے وضع کرلیں تو پھر ہدائت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، بلکہ ہر طرف بدعت کے دروازے کھلتے چلے جائیں گے اور یہی وہ چیز ہے جس سے برکات الٰہی اٹھ جاتی ہیں۔ کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد بھی ہے کہ جس جگہ ایک بدعت رائج ہو وہاں سے ایک سنت اٹھالی جاتی ہے۔ اب آپ خود اندازہ لگالیں کے ہمارے یہاں کس قدر بدعات وخرافات ہین تو پھر کتنی سنتیں اٹھی ہونگی اور لوگ کیسے سنت کے عامل بن سکیں گے؟ ہمارے لیئے فکر اور تحقیق کا وقت ہے، بجائے اسکے ہم وقت کو مخالفت اور مناظرہ بازی میں ضائع کر دیں۔

جس طرح ہمارے علماء نے نمازوں کی ادائیگی میں سنت رسول ﷺ کو ترک کر کے اپنے خود ساختہ طریقوں کو رائج کر رکھا ہے۔ اسی طرح بہت ساری رسومات کو بھی جنم دیا ہے جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ سراسر بدعات ہیں، جن کی فہرست نے شیطان کی آنت کی طرح اُمّت مسلمہ کو گھیر رکھا ہے۔ جن بدعات کے بارے میں بہت ساری کتابیں لکھی جاچکی ہیں۔ میں یہاں سب کا ذکر کرنے سے رہا۔ چند ایسے رسوم جن کو شدت سے اپنائے ہوئے ہیں انکو صرف ٹیلیگرافیک زبان میں لکھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ آج بھی ہمارے شہر کے چوٹی کے

علماء اپنے مفاد کے خاطر مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ جیسے میلا د النبی ﷺ، ربیع الاول کی بکنگ چند مہینے پہلے کرانی پڑھتی ہے، جس کی کوئی دلیل موجود نہیں۔ نہ یہ کسی حدیث سے ثابت ہے۔ جو دلیلیں قرآن وحدیث میں ملتی ہیں انکا ذکر کر دیتا ہوں تاکہ فیصلہ آپ خود کریں کہ سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا ہے۔

آپکی اطلاع کے لئے ہم نے چند بدعات کا ذکر مقتصراً یہاں کر دیا ہے۔ جب تفصیل سے یہ باتیں آپکو دوسری کتاب ''بدعات اوران کا تعارف'' جس میں تقریباً سو بدعات مروجہ ہیں میں مل سکتی ہیں۔ مزید معلومات کے لئے کتاب ھذا کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

۱) میلا د النبی ﷺ کے جلسے:

اس کی بنیاد ساتویں صدی ہجری کے شروع میں مظفر الدین فسق اربل بادشاہ جو بھانڈوں اور گانے والوں کو جمع کرتا، گانا سنا تا اور خود ناچتا تھا۔ ایسے شخص کے فصق اور گمراہی میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس جیسے کے فعل کو کیسے روا اور کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ (رشید احمد گنگوہی۔ فتویٰ رشیدیہ، صفحہ 132)،

محفل میلاد کے جواز کا فتویٰ دینے والا ابوالخطاب عمر بن الحسن، صفحہ۶۳۳ اس کے لئے مواد جمع کرنے والا ایک دنیا پرست جھوٹا اور بے دین آدمی تھا۔ بادشاہ نے اس کے صلے میں اس کو ایک ہزار اشرفی انعام میں دی تھی (ابن خلاکان، صفحہ 381)

حافظ ابن حجر عسقلانی (لسان المیزان، جلد۴، صفحہ 295) میں لکھا ہے کہ تمام لوگوں کو اس کے جھوٹ اور ضعیف ہونے پر متفق پایا۔

2) قرآن خوانی۔ ختم قرآن۔ اُجرت پر قرآن پڑھوانا:

﴿یَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ (سورۃ القمر)

''ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیئے آسان کر دیا، پس ہے کوئی اس قرآن سے

نصیحت پکڑنے والا۔''

﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾

''کیا ہوا ان لوگوں کو کہ قرآن مجید میں غور وفکر نہیں کرتے کیا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں۔''

ان آیات کے برعکس مسلمانوں کو تعلیم دے جا رہی ہے کہ قرآن کا پڑھنا اور سمجھنا آسان نہیں ہے۔ جب پڑھتے ہی نہیں تو سمجھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس طرح سے جس مقصد عظیم سے اس کا نزول ہوا اس کو لوگوں نے پس پشت ڈال دیا اس کا استعمال صرف قرآن خوانی، قسمیں اٹھانے، عملیات کرنے تعویز گنڈے کرنے، بیماروں کو اس کی ہوا دینے اور مُردوں کو بخشوانے وغیرہ کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔ قرآن خوانی کا طریقہ جو مُردے بخشوانے کے لیئے رائج کیا گیا ہے یہ اللہ اور رسول ﷺ کے فرامین کے بلکل برخلاف اور سو فیصد بدعت ہے کیونکہ یہ سات فیصدی کی ایجاد ہے، نہ یہ نبی ﷺ نہ خلفائے راشدین اور نہ ہی چاروں اماموں کسی سے بھی سابت نہیں ہے۔ روزے محشر کے دن نبی ﷺ اللہ کی عدالت میں جو گواہی دینگے وہ قرآن کی زبان سے سن لیں ﴿وَ قَالَ الرَّسُوْلُ يَا رَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُوْرًا﴾ اور رسول اللہ ﷺ اللہ سے کہیں گے کہ اے پروردگار بے شک میری امت میں اس قرآن سے دوری کو پکڑ لیا یعنے قرآن تو پڑھتے تھے لیکن سمجھنے سے بے نیاز ہو کر رسمی میں بدعات کی سورت میں پڑھا کرتے تھے (سورۃ الفرقان)

ختم قرآن مجید:

یہ بھی قرآن خوانی کا دوسرا طریقہ ہے، اس محفل میں صرف ایک قرآن کے اجزاء محفل کے حاظرین میں تقسیم کر کے پڑھا جاتا ہے اور آخر میں جس مقصد کے لیئے یہ ختم کرایا جاتا ہے اس کے لیئے دعا کی جاتی ہے۔ لیکن ایسا کرنا نبی ﷺ اور ان کے صحابہ کے دور میں دفع مشکلات

کے لیئے کبھی قرآن مجید کو ختم کرانا ثابت نہیں ہے۔

اُجرت پر قرآن پڑھوانا: اس بدعت کو کاروبار میں برکت کی غرض سے قرآن کی تلاوت قاری اور حافظ صاحبان سے کرائی جاتی ہے۔گھروں کو جادوٹونے اور بیماری وغیرہ سے محفوظ رکھنے کے لیئے بھی ایسا کرتے ہیں۔قرآن سے یہ فائدے ضرور ہوتے ہیں مگر جس وقت یہ تلاوت خود کرے۔

3. شب براءت:

شعبان کی ۱۵ اوین رات کوشبِ براءت کا نام دیا گیا ہے،اس رات کوحلوے پکائے اور کھائے جاتے ہیں۔اس بہانے سے کہ آنحضرت ﷺ غزوہ اُحد میں دندانے مبارک شہید ہوئے تھے جس کی وجہ سے انہوں نے حلوہ تناول فرمایا تھا،تو اس سنت کو پوری کرنے کیلئے آج کے مسلمان اس رات کوحلوے کھاتے اور نفلی عبادات کا بھی خصوصی انفرادی اور اجتماعی طور پر اہتمام کیا جاتا ہے۔غزوہ اُحد شوال میں ہوا نہ کہ شعبان میں۔تاریخی اعتبار سے یہ بلکل غلط ہے،اس رات کی مناسبت سے جتنی بھی احادیث وارد ہوئی ہیں اتفاق سے ساری ضعیف ہیں۔
اسے سمجھنے کے لئے ان باتوں پر غور کرنا ہوگا۔

ا. اس بات کی فضیلت کو نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے چھپایا کیوں، یہ نعوذ باللہ نبی ﷺ پر اس رات کی فضیلت کو چھپانے کا الزام ہے۔

ب. اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا نے ابن ماجہ کی روایت کے مطابق نبی ﷺ کا پیچھا بھی کیا اور انکے لوٹنے سے پہلے گھر آ کر لیٹ گئی۔ امّا لمومنین پر یہ الظام کہ نبی ﷺ پر اعتبار نہ تھا۔

پ. اُمّ المومنین سے ۱۵ اویں شعبان کی فضیلت سن کر بھی کسی صحابی رضی اللہ عنہم اس شام کی نفلی عبادات کا اہتمام نہیں کیا، یہ صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم پر الزام ہے کہ اس رات کی فضیلت کو جانتے ہوئے بھی اس کا اہتمام نہیں کیا۔

لیکن حقیقت یہ کہ اس بدعت کو شیعہ اور رافضی حضرات نے رائج کیا، ان کے بارھویں امام مہدی غائب کی پیدائش چودھویں شعبان ہے، اس خوشی کو مناتے ہیں اور پندرھویں شب کو بیزاری کی رات محدی منتظر کے نام عرضیاں لکھ کر دریاؤں میں ڈالتے ہیں ان کا قرآن جلد لے کر آنے کے لیئے۔ داعیانِ قرآن وحدیث اس پر عمل کرتے اور کرواتے آرہے ہیں۔ جہاں سنت نے جنم لیا وہاں اس رسم کو جاننے پہچاننے والا کوئی نہیں، لیکن ہمارے ملکوں میں زوروں سے اس پر عمل ہوتا آرہا ہے۔

4. **شب معراج**: رجّب کی ۲۷ویں شب کو برصغیر کے مسلمانوں کی اکثریت شبِ معراج مناتی ہے۔ دو روایتیں بیان کی جاتی ہیں، ہجرت سے ایک سال قبل ۱۷ ربیع الاول کی شب کو معراج کرائی گئی۔ لیکن تمام ہی کتب احادیث میں واقع معراج موجود ہے لیکن معراج کس تاریخ اور کس ماہ میں ہوئی اس کا پتہ نہیں چلتا۔ نہ اور کوئی ثبوت کہ نبی ﷺ کے زمانے میں یا صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں شبِ معراج منائی گئی ہو یا نوافل کا اہتمام کیا گیا ہو۔ عبادت وہی کرنی چاہئیے جو رسول اللہ ﷺ سے قولاً، فعلاً اور عملاً ثابت ہو۔ سچا اور پکا مومن مسلمان وہی ہے جو اپنے رسول کے احکامات پر عمل کرے۔ ہر مسلمان کو چاہئیے کہ ایسے بدعات کی پوری تحقیق کرے ورنہ ان بدعات پر عمل کرنا راہ جہنم پر چلنے کے برابر ہوگا۔

5. **رجب کے کونڈے**: رجب کی ۲۲ تاریخ کو حضرت جعفر صادق کے نام کی میٹھی پوریوں والی نیاز دلا کر مِنّت و مُرادیں پوری کی جاتی ہیں، وہ نواسہ رسول ﷺ سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے یہ بدعت ان سے منسوب کی جاتی ہے۔ حالانکہ انھوں نے نبی ﷺ کا یہ قول سن رکھا تھا:

((مَنْ اَحْدَثَ فِی اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ))

"جس کسی نے بھی ہماری اس شریعت میں نیا امر ایجاد کیا تو وہ امر مردود

ہے نامقبول ہے۔''

بائیس رجب نہ ان کی پیدائشی تاریخ ہے اور نہ ہی وفات کی تاریخ۔ اور یہ نذر و نیاز ان کی زندگی میں ہی شروع کی گئی تھی۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ۲۲ رجب سیّدنا امیر معاویہؓ کا یوم وفات ہے۔ اس لیئے رافضی حضرات اس دن خوشی کا اہتمام کرتے ہیں جس میں ہماری ایک بڑی تعداد ایک صحابی رسول ﷺ کی وفات کی خوشیاں منانے پر تلی ہوئی ہے، یہ اس لیئے کہ ہم تحقیق کا دامن چھوڑ کر اندھی تقلید کے پجاری بن گئے ہیں۔ جس سے جہالت ٹپک رہی ہے، یہ رسم صرف ہمارے برِّ صغیر میں منائی جاتی ہے جب کہ جعفر صادق سے موسوم اور منسوب فرقہ کے افراد جو عرب، عراق، مصر و شام وغیرہ میں پائے جاتے ہیں ان میں یہ رسم کہیں بھی نہیں ملتی۔ یہ چودھویں صدی حجری کی رافضیوں والی شیطانی بدعت ہمارے بھائیوں نے اختیار کر رکھی ہے جو انہیں فوراً چھوڑ دینی چاہیئے۔

6. محرّم کی رسومات:

مسلمانوں کے سال کا پہلا مہینہ جس میں خوشیاں منانی چاہیئے، بجائے اسکے بدعات کا ایسا سلسلہ شروع کر رکھا ہے جو بیان سے باہر ہے۔ چاند کے نظر آتے ہی سیاہ لباس پہننا، سیاہ جھنڈے بلند کرنا، مجالس شہادت منعقد کرنا، نوحے اور مرثیے پڑھنا، چولھے اوندھے کر دینا، عورتوں کا بدن سے زیورات اتار دینا، ماتمی جلوس نکالنا، زنجیروں اور چھریوں سے خود کو زخمی کرنا، تعزیئے اور تابوت بنانا، پٹّا کھیلنا، حضرت حُسین رضی اللہ عنہم اور دیگر شہداء کی نیاز کا شربت بنانا، پانی کی سبیلیں لگانا، کھچڑا پکانا، آشورہ محرم کے دوران خوشی کی تقاریر نہ کرنا، شہادت کا سوگ ہر سال منانا وغیرہ۔ ان تمام رسومات میں ایک بھی رسم ایسی نہیں جو قرآن وحدیث سے ثابت ہو۔ یہ سب مسلمانوں کی لاعلمی، کم عقلی اور جہالت کے سبب جاری کردہ ہیں۔ ہمارے بہت سے بھائی بہن رافضی حضرات کی دیکھا دیکھی اور کچھ انکے وسیع پروپگنڈے کا شکار ہو کر ان بدعتی

رسموں کو ادا کرتے آ رہے ہیں۔نو بیاہی عورتیں عاشورہ اپنے میکے میں گزارتی ہیں۔تعزیوں کے نیچے سے بچوں اور بیماروں کو گزارا جاتا ہے جو رسم بُت پرستی سے کم نہیں ہے۔سبیلوں کا پانی جو غیر اللہ سے منسوب ہو سراسر فرمان الٰہی ﴿وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ﴾ کی رُو سے یہ پانی پیشات سے بڑھ کر نجس اور ناپاک ہوتا ہے۔اگر اسلام میں ہر سال ایام محفوضہ میں سوگ منانا جائز ہوتا تو پھر ہم وفات محمد رسول اللہ ﷺ کا سوگ مناتے۔دنیا میں مسلمانوں پر اس غم سے بڑھ کر نہ تو کوئی غم آیا اور نہ آ سکے گا۔رسوماتِ محرّم صرف بدعت ہی نہیں بلکہ شرک کے زمرے میں آتے ہیں۔

7. گیارھویں:

ربیع الثانی کی گیارہ تاریخ کو بڑے پیر صاحب یعنی شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ کے نام کی فاتحہ بریانی کے دیگوں پر دلاتے ہیں، اسی کام سے بہت سارے لوگ بکرے اُنہی کے نام سے پالتے ہیں۔ اس دوران دین فروش مُلاّ ان غیر شرعی محفلوں میں وعظ و بیان کرتے ہیں اور شیخ عبد القادر جیلانی کو عبدیت سے اُٹھا کر مقام ربوبیت اور الوہیت پر بٹھا دیتے ہیں۔شیخ عبدالقادر جیلانی نے اپنی کتاب ''غنیۃ الطالبین'' (صفحہ ۱۶۷-۱۷۰) میں امام ابوحنیفہ اور ان کے فرقہ دونوں کو گمراہ قرار دیا ہے۔فیصلہ حنفی حضرات کو کرنا ہے کہ یا تو وہ امام صاحب کے ساتھ رہیں یا بڑے پیر صاحب کے (امام ابوحنیفہ کے شاگرد امام محمدؒ اور امام ابویوسفؒ اپنے استاد کے 1/3 مسائل میں مخالفت کرتے ہیں، جبکہ اخبار الفقیہ کے ٹائٹل پر لکھا ہوتا ہے کہ ریت کے ذرّوں کی گنتی کے برابر خدا کی لعنتیں اُس شخص پر ہیں جو امام ابوحنیفہ کے قول کو رد کرے۔اس صورت میں عبدلقادر جیلانیؒ، امام محمد اور امام ابویوسفؒ کا کیا ہوگا آپ خود فیصلہ کرلیں)

گیارھویں بدعت بھی ہے اور شرک بھی جس میں غیر اللہ کے نام کے جانور پالے اور ذبح کیئے جاتے ہیں، اللہ کا نام لے کر ذبح کرنا کافی نہیں، دل کی نیت تو پیرانِ پیر کی نیاز ہوتی ہے جس سے جانور حرام ہو جاتا ہے۔دلیل فرمان نبی ﷺ ﴿اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ﴾ اعمال

کا دارو مدار تو نیت پر ہے۔ قرآن کی سورہ ءبقرہ آیت نمبر ۱۷۳ اور سورۃ مایدہ کی آیت نمبر ۳ دونوں میں کس قسم کا کھانا کھانے کی سختی کے ساتھ ممانعت اور تنبیہ کی گئی ہے۔

8. جمعہ کی نماز میں تین خطبے دینا- خطبہ جمعہ سے قبل برائے ادائیگی سنت انزول کرنا- بعد نماز جمعہ ظہر احتیاقی پڑھنا:

جابر بن ثمرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جمعہ کی نماز میں دو خطبے دیتے تھے، ان کے درمیان آپ ﷺ بیٹھتے تھے، قرآن پڑھتے اور وعظ و نصیحت کرتے۔ نماز بھی درمیانی ہوتی اور خطبہ بھی درمیانہ ہوتا تھا جو آج کل ہمارے مُلّا تین خطبے دیتے ہیں یہ سنّت سے ثابت نہیں ہے، جس کی وجہ سے عنداللہ مقبول ہونے کے لئے کوئی سند نہیں رکھتے۔ لہٰذا نماز جمعہ ان بدعات کے سبب ضائع ہو جاتی ہے۔

ہمارے امام اپنا پہلا خطبہ جسے وہ تقریر کہتے ہیں ختم کر کے عربی زبان میں دو خطبے دینے سے قبل وقفہ برائے ادائیگی سنت کرتے ہیں کہ جس نے ابھی سنت نہ پڑھی ہو وہ پڑھ لے۔ اس لئے کہ عربی خطبہ کے دوران سنتیں نہیں پڑھی جا سکتی ہیں جس کی کوئی صحیح سند نہیں۔ بلکہ یہ سنت رسول اللہ ﷺ کے سراسر خلاف ہے۔ جابر بن عبداللہؓ کی رواتے والی حدیث جس میں نبی ﷺ نے ایک آدمی کو دورانِ قطبہ سنت پڑھنے کا حکم دیتے ہیں۔ ایسی دوسری صحیح احادیث کو جھٹلا کر برائے سنت (خود ساختہ) وقفہ کرنا قطعی بدعت ہے۔

ادائیگی نماز جمعہ کے بعد احتیاطاً ظہر کی چار رکعت اس غرض سے پڑھنا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ہمارا جمعہ قبول نہ کیا تو ظہر تو بہر حال قبول ہو جائیگی۔ یہ سراسر بدعت ہے۔ نہ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے پڑھا ہے اور نہ ہی خلفائے راشدین سے اس کے پڑھنے کا جواز ملتا ہے۔

9. مردوں اور عورتوں کا جدا جدا طریقہ سے نماز پڑھنا:

احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورت اور مرد کی نماز میں کوئی فرق نہیں، سوائے لباس اور ستر پوشی کے جن کے احکامات صاف الفاظ میں احادیث میں ہی موجود ہیں۔ یہ بات ایک مضبوط دلیل کے طور پر کہی جا سکتی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھ کو پڑھتا دیکھو'' ((صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ)) یہاں پر عورت اور مرد کو الگ پڑھنے کا کوئی اشارہ نہیں ملتا۔ ہمارے مُلّاؤں نے جہاں جہاں بھی مردوں اور عورتوں کے بیچ جو فرق اختیار کرنے کو کہا ہے وہ سارے کے سارے خلاف سنت ہیں جس کا شمار صرف بدعت میں کیا جا سکتا ہے اور جہاں بھی جس طریقے سے بھی عبادات میں بدعت کا دخل ہوگا وہ عبادات عنداللہ مقبول نہ ہونگی۔

حنفی مسلک کے فقہی مسائل پر ایک نظر:

1. ایک شخص وضو کر کے اگر جانور کے ساتھ، مرد یا عورت کے ساتھ، نابالغ بچی کے ساتھ بد فعلی کرے تو نہ اس کا وضو ٹوٹا نہ اس پر غسل واجب ہوا، نہ اسے اپنی شرم گاہ کا دھونا ضروری ہے (غیات الاوطار، صفحہ ۱۵۰، درمختار صفحہ ۵۶، ۳۵، ۳۱ اور ۳۲)

زانیوں اور بدکاروں کیلیئے تجاویز مفت میں حاضر ہیں۔

2. ایک چوتھائی سے کم پنڈلی کھلی ہو تو عورت کی نماز ہو جائیگی. اسی طرح پیٹ اور سر بھی اگر اتنا کھلا ہوا ہو تو نماز ہو جائے گی یعنی عورت مرد کی شرم گاہ قبل دبر بھی اگر پاؤ سے کم ننگی ہو تو نماز ہو جائیگی (ہدایہ تھانوی جلد ا، صفحہ ۹۳/۹۴)

اگر نماز جیسی عبادت بھی ایسی حالت میں جائز ہے تو پھر عام حالت میں پردہ کی ضرورت کیوں؟

3. اگر بڑے کتے کو بھی اٹھا کر نماز پڑھے تو بھی نماز فاسد نہیں ہوگی، اس کی دلیل یہ دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی نواسی حضرت امامہؓ کو لئے ہوئے نماز پڑھی تھی۔ (درمختار مصری جلد ا،

صفحہ۳۸)

استغفراللہ: خودکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے در کا کتا کہنے والوں نے ثابت کر دیا کہ انسان (وہ بھی کتنی عظیم ہستی) اور کتے میں کویی فرق نہیں۔ایاذ باللہ

4. نمازی اگر حالت نماز میں عورت کی شرم گاہ کو شہوت کی نظر سے دیکھے تو بھی نماز باطل نہیں ہوتی۔اوراسی کتاب کے صفحہ ۱۷۴ میں ہے کہ اگر قرآن دیکھے اور جو یاد نہ ہوا سے نماز میں پڑھے تو نماز باطل ہو جائیگی (مراقی الفالح مصری جلد ا صفحہ ۲۰۰)

قرآن کا موازنہ عورت کی۔۔۔۔(نعوذ باللہ) ایسا شائد برے برے مشرک بھی نہ کرسکیں جو گل یہ کھلا گئے ہیں۔

5. مسلمان (حنفی المذہب) اگر شراب اور سور کی سوداگری اور خرید وفروخت کے لئے کسی ذمی کو وکیل بنالے تو یہ صحیح ہے۔(درمختار مصری جلد۲ صفحہ ۲۷)

یقیناً ایسا مبارک فعل کوئی حنفی المذہب ہی سرانجام دے سکتا ہے۔

6. اگر روزے دار روزے کی حالت میں شرم گاہ کے سوا اور کہیں مجامعت کرے اور انزال نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔(درمختار جلد ا صفحہ ۱۵۰)

کوئی شک نہیں کہ روزے کا اصل مقصد جو اللہ نے (لعلکم تتقون) فرمایا ہے وہ ایسے ہ ء پورا ہوگا (نعُوذ باللہ)

7. حضرت امام عظم صاحب فرماتے ہیں لونڈے بازی کرنے سے بھی اگر روزہ رکھ کر کی ہو تو کفارہ نہیں۔(ہدایہ، جلد ا، صفحہ ۲۱۹)

حضرات نوٹ فرمائیں کہ سب نیکیاں روزہ کی حالت میں ہی اکٹھی کی جارہی ہیں۔

8. اگر مشت زنی کرنے سے زنا سے بچاؤ کا یقین ہو تو مشت زنی کرنی واجب ہے۔(رد المختار، جلد۳، صفحہ ۱۷۲)

نوجوانوں کی موج ہے۔

9. اگر کوئی شخص چوپائے جانور (گائے، بھینس، بکری وغیرہ) کے ساتھ برا کام کرے تو بھی ایسی حالت میں روزہ نہیں جاتا۔ (درمختار جلد ا صفحہ ۱۵۰)

انسان پہلے ہی بہت گہنگار ہے۔ اب اِسے میدانِ حشر میں جانوروں کے بیچ بھی ذلیل کروانے کا پروگرام ہے شائد۔ روزے کی برکات یا ڈوب مرنے کا مقام۔ استغفر اللہ

10. نشے کی حالت میں کسی نے اپنی بیٹی کا بوسہ لے لیا تو اس کی بیوی اس پر حرام ہوگی (درمختار جلد ا صفحہ ۱۸۸) کیوں بھٗی بیوی بیچاری کا کیا قصور ہے۔ شوہر ایسے کام ہی نہ کرے (نشہ وغیرہ) جس سے یہ نوبت آئے۔ کرے کوئی اور بھرے کوئی۔ دینِ اسلام تو ایسا عدل نہیں کرتا۔

آپ کی اطلاع کیلئے ہم نے چند بدعات کو ذکر مختصرا یہاں کر دیا ہے جبکہ تفصیل سے یہ باتیں آپکو دوسری کتاب ،،بدعات اوران کا تعارف،، جس میں تقریبا سو بدعات مروجہ ہیں، میں مل سکتی ہیں۔ مزید معلومات کیلئے کتاب ھذا کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

فقہ حنفیہ کی موجودہ معتبر کتابوں کی تصنیف کی تاریخ کا مطالعہ کیجیے:

ا قدوری۔ پانچویں صدی میں تصنیف کی گئی۔

۲. ھدایہ چھٹی صدی میں لکھی گئی۔

۳. قاضی خان بھی چھٹی صدی میں لکھی گئی۔

۴. فتاویٰ سراجیہ اور منیہ جیسی معتبر کتابیں ساتویں صدی میں لکھی گئی۔

۵. کنز، نہایہ، عنایہ اور شرح وقایہ جیسی کتابیں آٹھویں صدی میں لکھی گئی۔

۶. الرموز اور فتح القدیر نویں صدی میں لکھی گئی۔

۷. درمختار جو حنفی مذہب کا بنیادی پتھر مانا جاتا ہے گیارہویں صدی میں لکھی گئی۔

۸ فتوٰی عالمگیری جو پانچ سو مجتہدوں کی مشترکہ کوشش کا مجموعہ بارھویں صدی میں لکھی گئی۔

جماعت میں نکلنے کے نقصانات:

ان کی اس دعوت پر دین و دنیا دونوں کے نقصانات مرتب ہوئے ہیں۔ اول دینی نقصان اس سے یہ ہوا ہے کہ اللہ کے دین میں اس جماعت نے بدعت نکالی ہے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ہے۔ دوسرا نقصان جو اس سے دنیاوی اور دینی ہوا ہے وہ مال کا ضیاع اور والدین و بیوی بچوں کے حقوق کا ضیاع ہے اور انہوں نے طالب علموں کو ان کے نفع بخش علوم سے ہٹا کر ان کی پوری زندگی کو جہالت سے دوچار کیا ہے اور تاجر پیشہ مسلمانوں کو ان کی تجارت و کاروبار سے ہٹا کر ان کے اہل و عیال اور جن دوسرے لوگوں کی اس مال سے وہ کفالت کرتے تھے ان کی معیشت میں نقصان ڈالکر انکو غریبی و فقر و فاقہ جیسی مشکلات میں گرفتار کر دیا ہے، لہٰذا ہر وہ شخص جس کے پاس ایسا علم ہو جو اس تبلیغی گروہ کے شر و فتنہ کو کم کر سکے اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے علم کو ظاہر کرے اور مسلمانوں کے سامنے اس جماعت کی گمراہی و فاسد عقیدہ کو بیان کر کے امت محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے فتنے سے بچائے۔

تبلیغی، جو سراپا جہالت ہیں اور تقلید حامد و عبادت اکابرین کے لئے لڑتے ہیں، اپنے بڑوں کی تعظیم و خضوع کے لئے جان دیتے ہیں بدعات کو مسلمانوں میں پھیلاتے ہیں اور رواج دیتے ہیں۔ مسلمانوں پر ایسی چیزیں واجب کرتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ضروری و واجب قرار نہیں دیا۔ دین اسلام میں ایسی چیزوں کو مشروع قرار دیتے ہیں جن کو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مشروع قرار نہیں دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''جس شخص نے بدعتی آدمی کی تعظیم و عزت و تکریم کی گویا اس نے اسلام کو ڈھانے میں مدد کی''

ہمارا مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ:

۱. آپ نے جو دعوت کا طریقہ اپنایا ہے اس کو تبدیل کریں۔

۲. مبلغین قرآن وحدیث کا علم رکھنے والے ہوں۔
۳. جولوگ دین سیکھنے آئیں انکو قرآن وحدیث کی تعلیم دی جائے۔
۴. فضائل اعمال کی تعلیم بند کردی جائے۔اگر یہ نہیں چاہتے تو کم ازکم فضائل اعمال سے شرک وبدعت پر مبنی واقعات کو خارج کیا جائے،اورلوگوں میں تحقیق کا جذبہ پیدا کیا جائے۔
۵. عربوں کے لئے ریاض الصالحین اورغیرعربوں کے لئے فضائل اعمال، یہ تفریق ختم کردی جائے۔ہرجگہ اور ہرایک کے لئے صرف ریاض الصالحین ہی پڑھائی جائے۔
٦. تمام مراکز میں دینی سوالات کے جوابات دینے کے لئے محقق علمائے کرام کومقرر کیا جائے۔کیونکہ یہ ایک سنّت ہے۔صحابہ رضی اللہ عنہم نبی ﷺ سے سوالات کرتے تھے۔ اورصحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے میں بھی یہ سلسلہ چلتا تھا اور آج بھی دنیا کے اس حصہ میں نماز کے بعد اگر مقتدی سوال کرتا ہے تو امام اس کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں دیتا ہے۔
۷. لوگوں کوآرام کا سامان یعنی لوٹا اور بستر اٹھا کر تربیت دینے کے بجائے اسلحہ اٹھانے اور چلانے کی جہادی ٹریننگ دی جائے۔تاکہ مسلمان ظالموں سے نجات پاسکیں اوردین سربلند ہو سکے۔

میں امید کرتا ہوں کے آپ لوگ اس مضمون کوغور سے پڑھیں گے اوراس کی سچائی اورحقیقت کوتعصب کی نظر سے دیکھے بغیر ان باتوں سے قرآن وحدیث کی روشنی میں اپنے اعمال کودرست کرنے کی کوشش کرینگے۔اس ہدایت کے لئے اللہ سے دعا کرتے ہوئے اس مضمون کوختم کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔اللہ ہمارا حامی اورناصر ہو۔

فقط دعاؤں کا محتاج،

محمد رحمت اللہ خان (اڈووکیٹ) الخبر (سعودی عرب)

ہمارا نصب العین

ہمارا حقیقی نصب العین اللہ تعالیٰ کی خوشنودی، اس کے احکام کی بجا آوری اور اس کی تعلیمات کی نشر واشاعت، اس کے آخری رسول محمد ﷺ سے عقیدت ومحبت اور آپ کے اسوۂ حسنہ کا اتباع اور اللہ تعالیٰ کے حقیقی دین کو ہر فرد تک حکمت وبصیرت کے ساتھ پہنچانا۔ جماعتِ اہل حدیث آئمہ اربعہ ودیگر آئمہ ومجتہدین اور محدثینِ کرام کی اور ان کے تمام دینی کارناموں کی بے حد قدر کرتی ہے اور انتہائی تشکّر وامتنان کے جذبات کے ساتھ ان کے علوم ومعارف سے استفادہ ضروری سمجھتی ہے۔ نیز انبیائے کرام کی توہین کو کفر اور بزرگانِ دین کی توہین کو فسق قرار دیتی ہے، جیسا کہ اہلِ سنّت والجماعت کا مسلک ہے، البتہ کسی مسئلہ میں علماءِ اسلام وبزرگانِ دین میں سے کسی کا قول وعمل رسولُ اللہ ﷺ کی سنتِ ثابتہ کے خلاف ملے تو ہم رسولُ اللہ ﷺ کی سنّت کو مقدّم رکھنا ضروری سمجھتے ہیں۔